نمبر ۹ | ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۰ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء روز سہ شنبہ | جلد ۷

کلمات طیبات

حضرت امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

ان کو قومی حمیت اور پاسداری موت کے منہ میں خوشی کے ساتھ لے جاتی ہے اور ہر قوم ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی قدر کرتی ہے۔ جبکہ اغراض قومی متحد ہیں پھر انکی محنتوں کی قدر کیوں ہوتی ہے؟ انکے دکھ اور تکالیف کی وجہ سے ان کی محنت اور جانفشانی کے باعث۔ غرض ساری لذۃ اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے اسی لیے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی۔ اسیطرح جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادۃ میں لذۃ نہیں آتی انکو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادت کے لیے کسقدر دکھ اور تکالیف اٹھاتے ہیں۔ جس قدر دکھ اور تکالیف انسان اٹھاوے گا وہی تبدیل صورت کے بعد لذت ہو جاتا ہے۔ میری مراد ان دکھوں سے یہ نہیں کہ انسان اپنے آپکو بیجا مشقتوں میں ڈالے اور مالایطاق تکالیف اٹھانے کا دعوی کرے؟ ہرگز نہیں۔

قرآن شریف میں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا آیا ہے اور رہبانیت اسلام میں نہیں ہے جسمیں پڑکر انسان اپنا ہاتھ سکھادے یا اپنی دوسری قوتوں کو بیکار چھوڑ دے یا اور قسم قسم کی تکلیف شدیدہ میں اپنی جانکو ڈالے۔ عبادت کے لیے دکھ اٹھانے سے ہمیشہ یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان ان کاموں کو ترک کرے جو عبادۃ کی لذۃ کو دور کرنیوالے ہیں اور ان سے رکنے میں اولاً ایسی ضرور تکلیف محسوس ہوگی اور خدا تعالی کی نارضامندیوں سے پرہیز کرے مثلاً ایک چور ہے تو اسکو ضروری ہے کہ وہ چوری چھوڑے بدکار ہے تو بدکاری اور بدنظری چھوڑے۔ اسیطرح نشوں کا عادی ہے تو ان سے پرہیز کرے۔ اب جب وہ اپنے محبوب اشیاء کو ترک کریگا تو ضرور ہے کہ اول اول سخت تکلیف اٹھاوے مگر رفتہ رفتہ اگر استقلال سے وہ اسپر قائم رہے گا تو دیکھ لیگا کہ ان بدیوں کے چھوڑنے میں جو تکلیف اسکو پہنچی ہوتی ہے وہی تکلیف اب ایک لذت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے کیونکہ ان بدیوں کے بالمقابل نیکیاں آتی جاتی ہیں گی اور ان کے نیک نتائج جو سکھ دینے والے ہیں وہ بھی ساتھ ہی آئیں گے یہانتک کہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں جب خدا تعالیٰ ہی کی رضا کو مقدم کرے گا اور اسکی ہر حرکت وسکون اسہی کے امر کے نیچے ہوگی تو صاف

اور یقینی طور پر وہ دیکھے گا کہ پورے اطمینان اور سکینت کا مزہ لے رہا ہے یہ وہ حالت ہوتی ہے جب کہا جاتا ہے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اسی مقام پر انسان ولایت میں آتا ہے اور ظلمات سے نکل کر نور کیطرف آجاتا ہے۔

یاد رکھو کہ جب انسان خدا تعالی کے لیے اپنی محبوب چیزوں کو جو خدا کی نظر میں مکروہ اور اس کے منشاء کے مخالف ہوتی ہیں چھوڑ کر اپنے آپ کو تکالیف میں ڈالتا ہے تو ایسی تکالیف اٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے متاثر ہو کر ساتھ ہی ساتھ اپنی تبدیلی میں لگتی ہے یہانتک کہ کامل نیاز مندی کے ساتھ آستانہ الوہیت پر بے اختیار ہو کر گر پڑتی ہے۔ یہ طریق ہو عبادت میں لذت حاصل کرنے کا۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی عبادت میں لذت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گالیے یا باجے بجالیے اور یہی انکی عبادت ہوگئی۔ اس سے دھوکا مت کھاؤ۔ یہ باتیں نفس کی لذت کا باعث ہوں تو ہوں مگر روح کے لیے انمیں لذت کی کوئی چیز نہیں ان سے روح میں فروتنی اور انکساری کے جوہر پیدا نہیں ہوتے۔ اور عبادت کا اصل منشا گم ہو جاتا ہے۔ طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزہ حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذت

کرے اسی واسطے اسکی طرف سے دنیا کے دلوں کو
بے پرواہ کر دیتا ہے گویا اس جھوٹے کی کسیکو
پرواہ نہیں ہوتی۔ اسکا وجود دلوں کو تحریک
نہیں دیتا۔ مگر برخلاف اسکے صادق کا
وجود تباہ ہونے والے دلوں کو بیقرار اور
بےچین کر کے ایک رنگ میں الیکٹرسٹی سے خبر دیتا ہے
اور ان کے دل بیقرار ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل
اندر ہی اندر جانتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا
کاروبار تباہ کرنے آیا ہے۔ اس واسطے نہایت
اضطراب کیوجہ سے اس کے ہلاک کرنیکو ہر
تمام ہتھیاروں سے دوڑتے ہیں مگر اس کا
خدا خود محافظ ہوتا ہے۔ خدا خود اس کے
واسطے طاعون کیطرح واعظ بھیجتا اور انکے
دشمنوں کے دماغوں پر اُسے غلبہ دیتا ہے
وہ خدا کے واعظ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اب
دیکھیے کہ اتنے لوگ جو ہر جمعہ کو جن کی تعداد بعض اوقات
پچاس ساٹھ تک پہونچ جاتی ہے انکو کون
بیعت کے لیے لاتا ہے یہی طاعون کا ڈنڈا ہے
جو انکو ڈرا کر ہماری طرف لے آتا ہے ورنہ
کب جاگنے والے تھے۔ اسی فرشتے نے انکو جگایا
ہے۔

۲۸ فروری سنہ ۱۹۰۳ء

دربار شام

دربار شام میں آریہ لوگوں میں سے چند لوگ حضرت
اقدس کی زیارت کے واسطے آئے۔ حضرت نے
پوچھا آپ بھی اس جلسہ کی تقریب پر آئے ہیں
معترض نے کہا کہ حضور ہم لوگ تو اس میں یہ
بات سنکر آئے ہیں کہ آپ کا بھی لیکچر ہوگا ورنہ
ہماری آنیکی چنداں خواہش نہ تھی۔
حضرت اقدس نے **فرمایا** کہ اصل بات یہ ہے
کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر قوم میں کچھ شریف لوگ
بھی ہوتے ہیں جنکا مقصد کسی بیجا خصارت یا
کسیکو بیجا گالی گلوچ دینا یا کسی قوم کے بزرگوں
کو برا بھلا کہنا انکا مقصد نہیں ہوتا۔ مگر ہم تو
جو کام کرتے ہیں وہ خدا کے حکم اور اسکی اجازت
اور اُس کے اشارے سے کرتے ہیں۔ اُس نے ہمیں
اس قسم کے زبانی مباحثات سے روک دیا ہوا ہے
چنانچہ ہم کئی سال ہوئے کہ کتاب انجام آتھم میں
اپنا یہ معاہدہ شائع بھی کر چکے ہیں اور ہم نے
خدا سے عہد کیا ہے کہ زبانی مباحثات کی مجلس
میں نہ جاوینگے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسے مجمعوں
میں مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں کوئی تو بعض
جاہل اور معترضے بندی کے خیال پر آتے ہیں
کوئی اس واسطے کہ تاکسی کے بزرگونکو گالیاں
دیکر دلکی بھڑاس پوری کرلیں۔ اور بعض سخت
تیز طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں۔ سو جہاں اس
قسم کا مجمع ہو ایسی جگہ جاکر مذہبی مباحثات
کرنا بڑا نازک معاملہ ہے۔ کیونکہ آپ جانتے
ہیں کہ جب دو شخص مقابل میں کھڑے ہوتے
ہیں جبتک وہ یہ ثابت کر کے نہ دکھا دیں کہ
دوسرا مذہب بالکل غلطی پر ہے اور اسمیں صداقت
اور روحانیت کا حصہ نہیں وہ مردہ ہے اور
خدا سے اُسے تعلق نہیں ہے تب تک انکو
اپنے مذہب کی خوبصورتی دکھانی مشکل ہوتی ہے
کیونکہ یہ دوسرے کے معائب کا ذکر کرنا ہی
پڑے گا جو غلطیاں ہیں اُنہیں اگر انکا ذکر نہ
کیا جاوے تو پھر اظہار حق ہی نہیں ہوتا۔
تو ایسی باتوں سے بعض لوگ بھڑک اُٹھتے
ہیں وہ نہیں برداشت کر سکتے طیش میں آکر
جنگ کرنیکو آمادہ ہوتے ہیں لہذا ایسے موقع
پر جانا مصلحت کے خلاف ہے اور مذہبی
تحقیقات کے واسطے ضروری ہے کہ لوگ
ٹھنڈے دل اور انصاف پسند طبیعت
لیکر ایک مجلس میں جمع ہوں۔ ایسا ہو کہ ان میں
کسی قسم کے جنگ وجدال کے خیالات جوش
زن نہ ہوں تو بہتر ہو پھر ایسی حالت میں ایک
طرف سے ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان
کرے اور جہانتک وہ بول سکتا ہے بولے
پھر دوسری طرف سے جانب مقابل بھی اسی
طرح نرمی اور تہذیب سے اپنی مذہب کی خوبیاں
بیان کرے اسی طرح بار بار ہوتا رہے۔ مگر
افسوس کہ ابھی تک ہمارے ملک میں اس قسم
کے متحمل لوگ اور صبر اور نرم دلی سے تحقیق کرنے
والے نہیں ہیں۔ ابھی ایسا وقت نہیں آیا
ہاں اُمید ہے کہ خدا جلدی ایسا وقت لے آئیگا
ہم نے تو ایسا ارادہ بھی کیا ہے کہ یہاں ایک
ایسا مکان تیار کرایا جاوے جس میں ہر مذہب
کے لوگ آزادی سے اپنی اپنی تقریریں کر سکیں
درحقیقت اگر کسی امر کو ٹھنڈے دل اور
انصاف کی نظر اور بردباری سے نہ سنا جاوے
تو اسکی اصلی حقیقت اور تہ تک پہونچنے کیواسطے
ہزاروں مشکلات ہوتے ہیں دیکھیے ایک
معمولی چھوٹا سا مقدمہ ہوتا ہے تو اسمیں جج
کسطرح طرفین کے دلائل انکے عذر وغیرہ
کس ٹھنڈے دل سے سنتا ہے اور پھر کس
طرح سوچ بچار کر پوری تحقیقات کے بعد فیصلہ
کرتا ہے۔ بعض اوقات سال ہی گذر جاتے
ہیں۔ جب دنیا کے مقدمات کا یہ حال ہے
تو دین کے مقدمات کا کیونکر دو چار یا دس
بارہ منٹ میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ سائل کو
سوال کرنا تو آسان ہے مگر جواب دینے والے کو
جو مشکلات ہوتی ہیں انکا اندازہ کرنا مشکل ہے
ایک شخص اعتراض کر دیوے کہ نظام شمسی کے
متعلق اور ستاروں اور زمین کے متعلق حالات
مجھے بتا دو اور جتنے وقت میں نے سوال کیا ہے
اتنا ہی مجھے وقت دیا جاتا ہے کہ اتنے وقت کے
اندر اندر جواب دو ورنہ تم جھوٹے ہو۔ اب
صاف عیاں ہے کہ جواب دینے والا کیا کرے
وہ جب تک کئی جزو کی کتاب نہ لکھے تب تک
جواب پورا نہ ہوتا ہوا۔ غرض اسطرح کی مشکلات
ہیں جو ہمیں درپیش ہیں۔ یہ وجوہ ہیں جو
ہمیں ان جلسوں میں جانے سے روکتے ہیں۔
اگر سائل ایسا کرے کہ جو صاحب جتنے سوال کیا ہے
تم جب تک اسکا جواب کامل کر دوں میں خاموش
ہوں تو جواب دینے والے کو بھی مزہ آوے
اصل میں جو باتیں خدا کے لیے ہوں اور جو دل
خدا کی رضا کے واسطے ایسا کرتا ہے اور اسکا دل
تقوی سے پر ہے وہ تو کبھی ایسا کرتا نہیں
مگر آجکل زبان چھری کیطرح چلتی ہے اور
صرف ایک حجت بازی سے کام کیا جاتا ہے۔ خدا
کے لیے ایسا ہوگا تو وہ باتیں اور وہ طرز ہی
اور ہوتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل ہی پر
جا کر بیٹھتا ہے۔ حق جو کے سوال کی بھی ایک
خوشبو جاتی ہے۔ حق جو ہو تو اسکی سختی میں بھی
ایک لذت ہوتی ہے اسکا حق ہوتا ہے
کہ جو امر اسکی سمجھ میں نہیں آیا اس کے متعلق
اپنی تسلی کرے اور جبتک اسکی تسلی نہ ہووے
اور پورے دلائل نہ ملجاویں تب تک بیشک
وہ پوچھے ہمیں برا نہیں لگتا۔ بلکہ ایسا شخص تو
قابل عزت ہوتا ہے۔ جو باتیں خدا کے لیے
ہوتی ہیں وہ کہاں اور نفسانی ڈھکوسلے کہاں
پہلے اپنی جان کو بھی برا سمجھا ہے کہ کسی پر
اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرے ہر ایک مذہب
اصل میں خدا ہی کی طرف سے تھا۔ مگر زمانہ
دراز گذرنے کی وجہ سے انمیں غلطیاں پڑ گئی ہیں
انکو آہستگی اور نرمی سے دور کرنیکی کوشش
کرو۔ کسیکو جھڑ کیطرح اعتراض کا تحفہ نہ دو۔
ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک کپڑا بازار سے لیکر سلوایا
جاتا اور پہنا جاتا ہے چند روز کے بعد وہ پرانا
ہو جاتا اور اسمیں تغیر آکر کچھ اور کا اور ہی
ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پرانے مذہب میں
بھی صداقت کی جڑ موجود ہے۔ خدا اسی
کے ساتھ ہوتا ہے اور سچا مذہب ہمیشہ
زندہ نشان رکھتا ہے کیونکہ درخت اپنے
پھلوں سے شناخت ہوتا ہے۔ گورنمنٹ
جو اس قدر امن و آزادی ہستی کا ایک نہایت گرانبہا

غل ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ انکی نظر میں صادق کیسے عزیز اور معتبر ہوتے ہیں۔ وہ افسر یا ملازم جنکو گورنمنٹ نے خود کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمایا ہوتا ہے وہ کس دلیری سے کام کرتا ہے اور ذرا بھی پوشیدگی پسند نہیں کرتا مگر وہ ایک مصنوعی ڈپٹی کمشنر یا تھانہ دار وغیرہ جو جعلی طور پر کسی جگہ خود بخود حاکم بنکر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کیا وہ گورنمنٹ کے سامنے ہوسکتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو یہ پتہ لگیگا انکو ذلیل کریگی۔ اور وہ ہتکڑی لگاکر جیلخانہ میں یا اور سزا دے گی۔ یہی حال ہے مذہبی لوگوں کا جو خدا کی نظر میں صادق ہوتا ہے اسمیں خدا کے نشان اور معجزات اور صداقت کے آثار ہوتے ہیں۔ وہ ہر وقت زندہ ہوتا ہے اور اسکی عزت ہوتی ہے

اصل میں خدا سے ڈرنے والے کو تو بڑے بڑے مشکلات ہوتے ہیں۔ انسان پاک صاف تب جاکر ہوتا ہے کہ اسنے اپنے ارادوں کو اور اپنی باتوں کو بالکل ترک کرکے خدا کے ارادوں کو اسی کی رضا کے حصول کے واسطے فنا فی اللہ ہو جاوے۔ خودی اور تکبر اور نخوت سب اسکے اندر سے نکلجاوے۔ انکی آنکھ ادھر دیکھے جدھر خدا کا حکم ہو۔ اسکے کان ادھر لگیں جدھر اسکے آقا کا فرمان ہو۔ انکی زبان حق و حکمت کے بیان کرنیکو کھلے اس کے نفس نہ چلے جبتک اسکے لیے خدا کا اذن نہ ہو۔ اسکا کھانا پہننا سونا پینا مباشرت وغیرہ کرنا سب اسواسطے ہو کہ خدا نے حکم دیا ہے۔ اسواسطے نہ کھائے کہ بھوک لگی ہے بلکہ اسلیے کہ خدا کہتا ہے۔ غرض جبتک مرنے سے پہلے مرکر نہ دکھاوے تب تک اس درجہ تک نہیں پہونچتا کہ متقی ہو۔ پھر جب یہ خدا کے واسطے اپنے اوپر موت وارد کرتا ہے تو خدا کبھی اسے دوسری موت نہیں دیتا۔ آجکل دیکھا جاتا ہے کہ جب لب کھولا جاتا ہے تو انکی باتوں میں سوائے ہنسی ٹھٹھے اور دل دکھانے والے کلمات کے کچھ نکلتا ہی نہیں۔ جو کچھ کسی برتن میں ہوتا ہے وہی باہر نکلتا ہے۔ انکی زبانیں انکی اندرون پر گواہی دیتی ہیں۔

میں تو تبدیل انسان کو دور ہی سے پہچان لیتا ہوں۔ جو شخص پاک کردار سلیم دل لیکر آتا ہے میں تو اسی کے دیکھنے کا شوق رکھتا ہوں۔ انکی تو گالی بھی بری معلوم نہیں ہوتی مگر افسوس کہ ایسے پاکدل بہت کم ہیں۔

ایک آریہ صاحب بولے کہ اصل میں حضور جاہل تو وہی قوم ہیں۔ آپ برا نہ مانیں تو میں عرض کردوں۔ اول تو سکھ لوگ دوسرے یہ ہمارے مسلمان بھائی۔

اسپر حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھیے ایک مجتنبی والے کے لیے جاہل سے زیادہ اور کیا گالی ہوسکتی ہے۔ کسی شخص کو اسکے منہ پر جاہل کہنا بہت سخت گالی ہے۔ مگر سوچ کر کہیں یہاں حاضرین میں سے کوئی ایک بھی بولا ہے۔ کیا آپ بھی سمجھتے ہیں اس مجلس کی نرمی اور تہذیب پر کچھ شک ہے بہت ہیں ہمارے منہ پر گالیاں دیجاتی ہیں مگر ہمیں سے ایک کی بھی مجال نہیں ہوتی کہ دم مار کر اسکو کچھ بھی کہہ جاوے۔ ہم انکو دن رات صبر کی تعلیم دیتے ہیں نرمی اور حلم سکھاتے ہیں۔ یہ وہ قوم نہیں کہ آپ کے اس اصول کے مصداق بن سکے۔ ہاں ہم البتہ عوام مسلمان لوگوں کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ ہم تب مانیں اگر کسی آریہ لوگوں کے مجمع میں اسطرح کہدیں کہ تم جاہل ہو اور وہ صبر کر رہیں اور ایک کے بجائے ہزار سنائیں تو وہ۔ آپ نے مسلمانوں کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ نے انکے اخلاق دیکھے ہیں انکا اور آریہ کا اگر مقابلہ کیا جاوے تو بکری اور بھیڑیے کا معاملہ نظر آوے۔ عوام جو ہمارے زیر اثر نہیں ہیں انکا ہم ذمہ نہیں لیتے۔ گالی اور جوش دلانیوالے الفاظ سنکر صبر کرنا مردوں کا کام ہے۔ اگر کوئی ایسا کرکے دکھاوے تو ہم جانیں۔ نرمی کی مشکل ہے سختی تو ہر ایک شخص کرسکتا ہے

کسی صاحب نے بیان کیا کہ آریوں نے لیکچر میں کہا کہ خدا عمر کو کم و بیش نہیں کرسکتا۔

فرمایا ہمارا تو اعتقاد ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ عمر کو کم بھی کرسکتا ہے اور زیادہ بھی کرسکتا ہے یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ کیوں مرتے ہوئے انسان سے صدقات کرتے ہیں اور کیوں علاج معالجہ کراتے ہیں۔ بلکہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے انکی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی پندرہ دن کی عمر باقی رہ گئی تھی دعا سے پندرہ سال ہو گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ قوم نبوت کی راہ سے بالکل محروم ہو نیکی وجہ سے اس راہ اور علم سے جاہل مطلق ہے اسی وجہ سے ایسے ایسے اعتراض کرتے ہیں روحانیت سے بے بہرہ ہونیکی وجہ سے ہے ورنہ ایسے اعتراض ہرگز نہ کرتے۔ مادر زاد اندھے کو آنکھیں کیونکر دیں۔

یکم مارچ ۱۹۰۳ء — صبح کی سیر

نواب صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آج رات ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور ساتھ لفظ الہام ہوا حجۃ اللہ کم کوئی ذاتی معاملات سے تعلق نہیں رکھتا۔ اسکے متعلق یوں تفہیم ہوئی کہ چونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے اس سوسائٹی میں آکر الگ ہوکر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا یعنی آپ انپر حجۃ ہوں گے قیامت کے دن انکو کہا جاوے گا کہ فلاں شخص تم سے نکل کر اس صداقت کو پرکھا اور مانا تم نے کیوں ایسا نہ کیا۔ یہ بھی تم میں سے ہی تھا اور تمہاری طرح کا ہی انسان تھا چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا آپکو بھی چاہیے کہ آپ ان لوگوں پر تحریر سے تقریر سے ہر طرح سے حجت پوری کردیں۔ اصل میں مسلمانوں کی قوم کی حالت قابل رحم ہے۔ عیش و عشرت میں گم ہیں۔ دنیا کی کیڑے بنے ہوئے ہیں اور فقط پیٹ ہیں خدا سے اور آسمان سے کوئی تعلق نہیں۔ جب خدا کسیکو ایسی قوم میں سے نکالتا اور انکی اصلاح کرتا ہے تو اسکا نام اس قوم پر حجت رکھتا ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تھا اس نے کچھ کہا تھا کہ آپ نے فرمایا لیکن اب تو میں اپنی ہی امت پر گواہی دینے کے قابل ہو گیا ہوں مجھے فکر ہے کہ میری امت کو میری گواہی کی وجہ سے سزا ملے گی +

حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے کلمۃ اللہ خصوصیت سے کیوں کہا اس کی وجہ یہی ہے کہ انکی ولادت پر لوگ بڑے گندے اعتراض کرتے تھے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے انکو ان الزاموں سے بری کرنے کے لیے فرمایا کہ وہ تو کلمۃ اللہ ہیں انکی ماں بھی صدیقہ ہے یعنی بڑی پاکباز اور عفیفہ ہے ورنہ یوں تو کلمۃ اللہ ہر شخص ہے انکی خصوصیت کیا تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمے اتنے ہیں کہ وہ ختم نہیں ہوسکتے انھی اعتراضوں سے ہی بری کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے انکو کہا کہ وہ شیطان کے مس سے پاک ہیں ورنہ کیا دوسرے انبیا شیطان کے ہاتھ سے مس شدہ ہیں جو نعوذ باللہ دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ انپر شیطان کا تسلط ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ شیطان کو کسی معمولی انسان پر بھی تسلط نہیں ہوتا تو انبیا پر کسطرح ہوسکتا ہے اصل وجہ صرف یہی تھی کہ انپر بڑے اعتراض کیے گئے تھے اسی واسطے انکی بریت کا اظہار فرمایا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما کفر سلیمٰن کوئی کہے کہ کیا انبیا بھی کفر کیا کرتے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تھا کہ وہ بت پرست ہو گئے تھے ایک عورت کے لیے اس اعتراض کا جواب دیا یہی حال ہے حضرت عیسیٰ کے متعلق۔

قبل از ظہر

حضرت اقدس کی زیارت کے لیے کاشی رام وید لاہور سے اور بعض اور لوگ تشریف لائے حضرت اقدس نے مخاطب کر کے انکو فرمایا اختلاف مذاہب کا جو خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت عملی سے رکھا ہے یہ بھی ایک عمدہ چیز ہے اس سے انسانوں کی عقل بڑھتی ہے دنیا میں اگر کسی معاملہ میں اتفاق بھی کرتے ہیں تو اسکی باریک در باریک جزئیوں تک پہنچنا محال ہو جاتا ہے اور جزئی در جزئی نکلتی چلی آتی ہے۔ تبادلہ خیالات کے لیے مجمعوں میں تقریریں کرنی بھی اچھی چیز ہیں لیکن ابھی تک ہمارے ملک میں ایسے مہذب لوگ بہت ہی کم ہیں بلکہ نہیں ہیں جو آرام اور امن کے ساتھ اپنی مخالف رائے ظاہر کر سکیں۔ میں نے خود یہ چاہا تھا اور میرا ارادہ ہے کہ قادیان میں ایک جگہ ایسی بناؤں جہاں مختلف لوگ مذاہب کے جمع ہو کر اپنے اپنے مذہب کی صداقت اور خوبیوں کو آزادی سے بیان کر سکیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگر اظہار حق کے لیے جلسے اور تقریریں ہوں تو بہت اچھی بات ہے مگر تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان میں فتنہ و فساد کا مظنہ ہوتا ہے اسلیے میں نے ان مباحثوں کو چھوڑ دیا ہے۔ ممکن ہے دو چار آدمی ایسے بھی ہوں جو صبر اور نرمی کے ساتھ اپنے مخالف کی بات سن لیں لیکن کثرت ایسے لوگوں کی ہو گی جو عوام الناس میں سے ہوتے ہیں اور وہ اپنے مخالف کے منہ سے ایک لفظ بھی اپنے مذہب کے خلاف نہیں سن سکتے خواہ وہ کتنا ہی نرم کیوں نہ ہو۔ چونکہ جب مخالف بیان کرے گا تو کوئی نہ کوئی لفظ اسکے منہ سے ایسا نکل سکتا ہے جو اس کے فریق مخالف کی غلطی کے اظہار میں ہو گا۔ اور اس سے عوام میں جوش پھیل جاتا ہے ایسی جگہ نرمی تب ہی رہ سکتی ہے جب سمجھانے والا اور سمجھنے والا اس طرح نہیں کہ جیسے باپ بیٹے میں کوئی برائی دیکھتا ہے اور اسکو سمجھاتا ہے تو وہ نرمی اور صبر سے اسکو سن لیتا ہے ایسی محبت کی کشش سے البتہ فائدہ ہوتا ہے غیظ و غضب کی حالت میں یہ امید رکھنا کہ کوئی فائدہ ہو خام خیال ہے۔ اب مشکل آ کر یہ پڑی ہے کہ ایک تو دین کا اختلاف ہی ہے پھر اسپر احقاق حق لوگوں کی غرض نہیں رہی بلکہ بغض و عناد میں اسقدر ترقی کی گئی ہے کہ ہر فریق مخالف کا نام بھی ادب یا عزت سے لینا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بڑی بے ادبی اور گستاخی سے بات کرتے ہیں پہلے ہندو و مسلمانوں میں ایسے تعلقات تھے کہ برادری کی طرح رہتے تھے اب ایسا تفرقہ پیدا ہوا ہے کہ وہ اندرونی کشش جو ایک دوسرے میں تھی باقی نہیں رہی ہے بلکہ تعصب اور دشمنی بڑھ گئی ہے پس جبکہ کوئی حصہ انس اور کشش کا ہی باقی نہ ہو اور ہار جیت مقصود ہو تو پھر اظہار حق کسطرح ہو سکتا ہے۔

اظہار حق کے واسطے یہ ضروری امر ہے کہ تعصب سے اندر خالی ہو۔ اور بغض اور عناد نہ ہو صداقت کے ظاہر کرنے کے لیے بحث کا تو نام بھی درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ بلکہ اسکو چاہیے کہ بحث کو چھوڑ دے میں یہ بھی مانتا ہوں اور یہی میرا مذہب ہے کہ ایک اور غلطی میں لوگ پڑے ہوئے ہیں کسی مذہب پر حملہ کرتے وقت وہ اتنا عذر نہیں کرتے کہ جو حملہ ہم کرتے ہیں اس مذہب کی کتاب میں بھی ہے یا نہیں؟ مسلمہ کتب کو چھوڑ دیتے ہیں اور کسی شخص کی ذاتی رائے کو لیکر اسکو مذہب کی جز بنا دیتے ہیں۔

ہم بہت سی باتوں میں آریہ مذہب کے خلاف ہیں اور ہم انکو صحیح تسلیم نہیں کرتے لیکن ہم انکو وید پر نہیں لگاتے ہمکو کچھ معلوم نہیں ہے کہ اس میں کیا ہے۔ ہاں پنڈت دیانند پر ضرور لگاتے ہیں کیونکہ انھوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ ہم تو اس عقیدہ کے خلاف کہتے ہیں جو شائع کر دیا گیا ہے کہ یہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے اسی طرح آریوں کو اگر کوئی اعتراض کرنا ہو تو چاہیے کہ وہ قرآن شریف پر کرے یا اس عقیدہ پر جو ہم نے مان لیا ہو اور اسکو شائع کر دیا ہو یہ مناسب نہیں کہ جو باتیں ہم مانتے ہی نہیں خواہ مخواہ ہمارے عقیدہ کیطرف انکو منسوب کر دیا جاوے چونکہ بہت سے فرقے ہو گئے ہیں اسلیے مجھے ایک اصول مان لینا ہے اسپر اعتراض کرنا چاہیے اسلیے مباحثہ کیوقت کتاب کا نام لے۔ تفسیروں اور حاشیوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر اختلاف ہے۔

اگر اس اصل کو مدنظر رکھا جاوے تو بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جبتک کتاب کو کسی نے سمجھا اور پڑھا ہی نہیں اسپر وہ اعتراض کا حق کسطرح رکھ سکتا ہے مذہب کے معاملہ میں یہ ضروری بات ہے کہ بانی مذہب کی اصل پر بحث کریں۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ کل کتابیں پڑھی جاویں اسکے لیے تو عمر بھی وفا نہیں کر سکتی۔ مباحثہ اصول پر ہونا چاہیے۔ جو بطور بحث کے ہیں۔ اور چونکہ عام مجمعوں میں حق کو مشتبہ رکھا جاتا ہے انسان غیظ و غضب سے کام لیتا ہے میں نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اس طریق کو چھوڑ دیا جاوے۔ یہ کتاب میں نے اصول مباحثہ کے لحاظ سے لکھی ہے اور اسی طریق سے جو میں نے پیش کیا ہے بحث کی ہے جو لوگ ہمکو گالیاں دیتے ہیں ہم انکی گالیوں کا کوئی جواب نہیں دیتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہم سے تو گالیوں کی قوت ہی کھو دی ہے کس کس کی گالی کا جواب دیں

۲ مارچ - صبح کی سیر

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے ایک دوست نے لکھا ہے کہ تم تو ترقی کر گئے ہو مگر ہمیں بھلا دیا ہے۔

فرمایا اصل میں جو لوگ خدا کیطرف سے آتے ہیں انکی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی ایک طرح کا حج ہوتا ہے۔ حج بھی خدا تعالیٰ کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اسی کے دین اور اسکے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کشف میں دیکھا تھا کہ دجال اور مسیح موعود کعبے کا طواف کر رہے ہیں۔ اصل میں طواف کے معنی ہیں پھرنا تو طواف دو ہی طرح کا ہوتا ہے ایک تو ایک چور پھرتے ہیں یعنی گھروں کے گرد طواف کرتے ہیں اور ایک چوکیدار طواف کرتا ہے مگر نہیں فرق یہ ہے کہ چور تو گھروں کو لوٹنے اور گھروں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اور چوکیدار ان گھروں کی حفاظت اور سپاہی اور چوروں کے پکڑنے کے واسطے طواف کرتے ہیں یہی حال مسیح اور دجال کے طواف کا ہے

دجال تو دنیا میں اس واسطے پھرتا ہے اور یہ
چاہتا ہے کہ تا دنیا کو خدا کیطرف سے پھیر دے
اور ان کے ایمان کو لوٹ لیا جاوے۔ مگر
مسیح موعود اس کوشش میں ہے کہ تا اُسے
پکڑے اور مارے اور اُسکے ہاتھ سے لوگوں کی
دین و ایمان کے متاع کو بچاوے۔ غرض یہ
ایک جنگ ہے جو ہمارا دجال سے ہو رہا ہے۔
ایک صاحب نے عرض کی حضور کیا وجہ ہے
کہ بعض لوگوں کو مبشرات کثرت سے ہوتے ہیں
اور بعض کو بہت کم بلکہ بالکل ہی نہیں۔
فرمایا کہ اصل میں اللہ تعالیٰ نے طبائع مختلف
پیدا کی ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکی
ایمانی قوت ہی ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ اُسے
کسی نشان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُن کا
ایمان کامل ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت ابوبکر رضی
اللہ عنہ نے کونسا نشان دیکھا تھا یا اُنکو کونسا
خواب آیا یا کوئی بشارت ہوئی تھی جس سے
اُنھوں نے آپکو پہچان لیا تھا۔ اگر اُنکا کوئی
خواب یا بشارہ وغیرہ ہوتی تو اُسکا ذکر حدیث
شریف میں ضرور ہوتا۔ وہ ایک سفر پر گئے
ہوئے تھے راستہ میں واپسی پر اُنھوں نے
ایک شخص سے پوچھا کہ اپنے شہر کی کوئی نئی
بات سُناؤ اُسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
دعویٰ نبوت سے اُسے آگاہ کیا۔ فوراً بیچون
وچرا مان لیا۔ اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے حالات
دیکھے ہوئے تھے وہ [illegible] تھے کہ یہ شخص
کاذب یا مفتری نہیں اُنکو پہلے واقفیت و عقل
سلیم نے آپ کے فوراً قبول کر لینے پر مجبور کیا
زمانہ کی حالت کو اُنھوں نے دیکھ لیا تھا۔
وقت تھا ضرورت تھی۔ ایک صادق نے
خدا کیطرف سے الہام پا کر دعویٰ کیا فوراً مان
لیا۔ دراصل میں نشانات کی ضرورت ہی کمزور
ایمان کو ہوتی ہے۔ کامل ایمان کو نشان کی
ضرورت ہی نہیں۔

فرمایا کہ خدا کے عذاب سے اور اپنے محفوظ رکھنے
کے واسطے خدا کا قرب حاصل کرنا ضروری ہے
جتنا جتنا خدا سے انسان قریب ہوتا جاتا ہے اتنا
ہی وہ مصائب شدائد اور بلاؤں سے دور
ہوتا ہے جو خدا کا مقرب ہوتا ہے اُسے
کبھی خدا کے قہر کی آگ نہیں کھاتی۔ دیکھو
انبیا کے وقت میں وبائیں اور طاعون سخت
ہوتے رہے مگر کوئی بھی نبی ان عذابوں میں
ہلاک نہیں ہوا۔ صحابہ کے وقت میں بھی
طاعون پڑا اور بہت سے صحابہ اُس سے شہید
بھی ہوئے مگر اُس وقت وہ صحابہ کے واسطے
شہادت تھی کیونکہ صحابہ اپنا کام پورا کر چکے
تھے اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی اُنکو ہو چکی تھی
اور نیز وہ کوئی تحدی کا وقت بھی نہ تھا
اور مرنا تو ہر انسان کے ساتھ لازمی لگا ہوا
ہے۔ اسی واسطے یہ خدا تعالیٰ کو اُنکی موت
منظور تھی۔ اُن کے واسطے شہادت تھی۔
مگر جب کسی عذاب کے واسطے پہلے سے خبر دی
جاوے کہ خدا آسمان سے اپنی ناراضگی کی وجہ
سے قہر نازل کریگا تو ایسے وقت میں وہ وبا
رحمت نہیں اور شہادت نہیں ہوا کرتی
بلکہ لعنت ہوا کرتی ہے۔ پس خدا کی طرف
دوڑو کہ اسی کے پاس علاج ہیں اور بچاؤ کے
سامان ہیں

دربار شام

۴ مارچ

ایک صاحب نو وارد تھے آپ نے اُن سے فرمایا
کہ دیکھو دنیا چند روزہ ہے کسی کو بقا نہیں اور
یہ دنیا اور اُسکا جاہ و جلال کسی کے ساتھ ہمیشہ
نہیں رہنے والے۔ چاہیے کہ اسوقت جو خدا
تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اُسکو سمجھا جاوے
اگر وہ درحقیقت خدا ہی کیطرف سے ہے تو
اُس سے دور رہنا کیسی بدقسمتی کا موجب
ہوگا۔ وقت نازک ہے دُنیا نے جس امر کو
سمجھنا چاہیے تھا اُسے نہیں سمجھا۔ اور جسکی طرف
توجہ کرنی چاہیے تھی اُسکو پس پُشت ڈال
دیا ہے۔ خدا کے فرستادہ کی تلاش ضروری تھی
دیکھو دنیوی ضرورتوں کے واسطے کسطرح
دنیا کوشش کرتی اور جانکاہ محنتوں سے
اُن کے حصول کے ذریعہ کو سوچتی ہے مگر
دین کیا ایسا ہی گیا گذرا ہے کہ اُسکے واسطے
اتنی بھی تکلیف نہ برداشت کیجاوے کہ چند
روز کے واسطے ایک جگہ رہ کر اسلام کی تحقیق
کی جاوے۔ ایک بیمار انسان جب کسی ماہر طبیب
کے پاس جاتا ہے تو مریض کی اگر طبیب تشخیص
کر بھی لیوے تو معالجہ میں بڑی دقتیں پیش
آتی ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آیا کہ کیا دوا دی
جاوے۔ ایک شہر میں پہنچکر انسان پھر بھی
کسی خاص جگہ پر پہنچنے کے واسطے کسی راہ
بر کا محتاج ہوتا ہے تو کیا دین کی راہ معلوم
کرنے اور خدا کی مرضی پانے کے واسطے انسانی
ڈھکوسلے کام آسکتے ہیں اور کیا صرف سفلی
عقل کافی ہو سکتی ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں
جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنی راہ کو نہ بتاوے
اور اپنی مرضی کے وسائل کے حصول کے ذریعہ
سے مطلع نہ کرے تب تک انسان کچھ کر نہیں
سکتا۔ دیکھو جب تک آسمان سے پانی نازل نہ ہو
زمین بھی اپنا سبزہ نہیں نکالتی گو بیج اسمیں
موجود ہے کیوں نہ ہو۔ بلکہ زمین کا پانی بھی
دور چلا جاتا ہے تو کیا وہ پانی بارش کے بغیر ہی
روحانی زمین سرسبز ہو جاتی اور بار آور
ہو سکتی ہے ہرگز نہیں خدا کے الہام کے سوا
کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یہ جو اسقدر بڑے
عاقل کہلاتے ہیں اور بڑے موجد ہیں تار کی
وہ تار دیکھتی ہے ریل بنتی ہے اور انسانی عقل کو
حیران کر دینے والے کام کیے جاتے ہیں کیا
ان کی عقل کے برابر بھی کوئی اور عقل ہے۔ جب
ایسے عقل والے لوگوں کا یہ حال ہے کہ ایک عاجز انسان
کو جو ایک عورت کے پیٹ سے عام لڑکوں کیطرح جسم
پیدا ہوا تھا اور اُسی طرح عوارض وغیرہ کا
نشانہ بنا رہا اور کھانا پینا سب کچھ کرتا ہوا
یہودیوں کے ہاتھ سے سولی پر چڑھایا گیا تھا
اُسکو خدا اور واحد بنایا ہوا ہے اور اُس کے کفارہ
سے اپنی نجات جانتے ہیں اور ایسی بودی چال
اختیار کی ہے کہ ایک بچہ بھی اسپر ہنسی کرے
اس کی کیا وجہ تھی۔ صرف یہی کہ انھوں نے
سفلی عقل پر ہی بھروسا کیا اور ایک کوے
کیطرح نجاست پر گر پڑے۔ دیکھو جب انسان
خدا سے مدد چاہتا ہے اور اپنے آپکو عاجز
جانتا ہے اور گردن فرازی نہیں کرتا تو خدا
خود اُسکی مدد کرتا ہے۔ ایک ہی ہے کہ انسان
بگڑتی ہے اور دوسری کو خدا نے عزت دیکر
سارا جہان اُسکا شیدا کیا ہے۔ یہ صرف اُنکی
فروتنی کی وجہ سے ہے پس انسان کو چاہیے
کہ ہر وقت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن
کی دعا پڑھا کرے اور اسی سے توفیق طلب
کرے۔ ایسا کرنے سے انسان خدا کی تجلیات
کا مظہر بھی بن سکتا ہے۔ چاند جب آفتاب کے
مقابل میں ہوتا ہے تو اُسے نور ملتا ہے مگر
جوں جوں اُس سے کنارہ کشی کرتا ہے توں توں
اندھیرا ہوتا جاتا ہے۔ یہی حال ہے انسان کا
جب تک وہ اُسکے دروازہ پر گرا رہے اور اپنے آپ کو
اُسکا محتاج خیال کرتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ
اُسے اٹھاتا اور نوازتا ہے ورنہ جب وہ اپنی
قوت بازو پر بھروسا کرتا ہے تو وہ ذلیل کیا جاتا ہے
کُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْن بھی اسیلئے
فرمایا گیا ہے سادہ سنگت بھی ایک ضرب المثل
ہے یہ نہایت ضروری بات ہے کہ انسان باوجود
علم کے اور باوجود قوت و شوکت کے امام کے
پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اسپر عمدہ
رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور
جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی میل

حضرت اقدس کا وعظ دیہاتیوں کو

کئی جمعوں سے یہ سلسلہ کثرت سے جاری ہے کہ ارد گرد کے دیہات کے لوگ آ کر داخل بیعت ہوتے ہیں اور حضرت حجۃ اللہ ضرورۃ وقت کے لحاظ سے انکو کچھ نصائح کی باتیں بھی فرماتے ہیں ۴ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کو بعد نماز جمعہ جب بیعت ہو چکی تو حضرت اقدس کھڑے ہو کر پنجابی زبان میں ایک مختصر سی تقریر فرمائی جسکو ہم اپنے ناظرین کے لیے درج کرتے ہیں

(ایڈیٹر)

فرمایا دیکھو جو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں انکے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو طرح طرح کی ذلتوں اور خواریوں سے بچا لیتا ہے۔ جب وہ فضل کرتا ہے تو پھر ہر مصیبت و مشکل سے نجات دیتا ہے۔ چونکہ آج تم نے توبہ کی ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق جو نیکوں کے ساتھ ہوتا ہے تمکو بچاویگا پس ضروری ہے کہ اس توبہ پر قائم رہو نماز روزہ میں پکے رہو۔ جو مسلمان کہلاتا ہے اور پھر نماز نہیں پڑھتا وہ بے ایمان ہے مسلمان اور کافر میں نماز کا ہی امتیاز ہے۔ دیکھو تم میں اور ہندو میں کیا فرق ہے؟ یہی نماز ہی کا فرق ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ بعض زمیندار ادھوری طرح نماز نہ پڑھو جو ایک دن پڑھتے ہیں اور پھر اپنی کھیتی باڑی یا بیل وغیرہ کی خاطر نماز چھوڑ دیتے ہیں اور جب کہا جاوے تو کپڑوں کے میلا ہونے کا عذر کر دیتے ہیں۔ اپنے کپڑے میں جنہیں پلیدی نہ ہو نماز پڑھ لیا کرو۔ اور اگر پانی ہے تو وضو کر لیا کرو۔ اور اگر نہ ہے تو تیمم ہی کر لیا کرو تاکہ قیامت کے دن سرخرو ہو جاؤ۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنا وقت بیہودہ کھیلوں اور تماشوں شطرنج وغیرہ میں ضائع کر دیتے ہیں ایسی باتوں سے بچنا چاہیے دیکھو آجکل طاعون بڑی خوفناک پڑی ہوئی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اسکو بچاوے گا۔ عذاب الٰہی سے بچنے کیلیے فقط زبانی اقرار ہی کافی نہیں اور نہ ادھوری نماز ہی کافی ہو سکتی ہے۔ بھلا ایک شخص جسکو پیاس شدت کی لگی ہوئی ہو کیا ایک قطرہ پانی سے وہ اپنی پیاس بجھا سکتا ہے؟ یا جسکو بھوک لگی ہوئی ہو تو ایک دانہ بھر اناج سے پیٹ بھر سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ اسی طرح یہ کوئی شخص ادھوری اور ناقص نمازوں سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا۔ پس اپنی نمازوں کو درست کرو ہر ایک قسم کی شکایت۔ گلہ۔ غیبت۔ جھوٹ۔ افترا۔ بدنظری وغیرہ سے اپنے تئیں بچائے رکھو اور جو نیک اعمال تمہاری طاقت میں ہیں تم انکے موافق عملدرآمد کرو اور جو تمہاری طاقت سے باہر ہیں اللہ تعالیٰ خود تمکو بچاویگا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اور ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت کرتا ہے اور اسکو مصائب و شدائد سے بچا لیتا ہے۔ وہی سچا مومن ہوتا ہے خدا کی رحمت اسپر ہوتی ہے۔ وہی خدا کا ولی ہوتا ہے۔ جہاں ایسا شخص ہو خدا تعالیٰ اسکے لیے وہاں رحمت کرتا ہے پس تمکو چاہیے کہ تم اپنے آپکو صاف رکھو اور گناہوں سے بچاؤ۔ بعض گناہ لوگوں کو گناہ معلوم نہیں ہوتے۔ زنا۔ غیبت۔ جھوٹ۔ تکبر۔ کینہ۔ وغیرہ یہ سب گناہ میں داخل ہیں اگر کوئی انکو چھوڑ دے۔ تو اللہ تعالیٰ اسکو بہترین اجر دیگا۔ اگر چور ہے اور چوری کو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسکو حلال وجہ سے مال دیگا اگر کوئی زانی ہے اور زنا کو اللہ سے ڈر کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسکو نیک بیوی عطا کرے گا۔ اگر کوئی بیگانے کھیتوں سے جیسا کہ زمیندار کرتے ہیں کاٹنا چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسکے کھیت پر ابر رحمت برساوے گا اور اتنا غلہ پیدا ہوگا کہ وہ خوش ہو جاوے گا حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا جبکہ مومن ہو اور کوئی زنا نہیں کرتا جبکہ مومن ہو۔ گویا مومن ان باتوں سے رکتا ہے اگر نہ ہو تو پھر خدا کی حدبندیوں کو توڑتا ہے۔

جب تک کوئی توبہ نہیں کرتا اسپر رحم نہیں کیا جاتا اور وہ آدمی جو اپنے ہر ایک عضو کو بدی سے بچاوے مثلاً زبان کو گندی گالیوں سے اور کان کو بری باتوں کے سننے سے اور ہاتھ کو پرایا مال اٹھانے سے اور پاؤں کو بری جگہ جانے سے تو اللہ تعالیٰ اسکا حافظ ہوگا اور اسکو اپنے امن میں لے لے گا۔

میں تمکو بار بار کہتا ہوں کہ طاعون جلا دینے والی آگ کی طرح ہے جہاں یہ بھڑکتی ہے تباہ کر دیتی ہے اور بعض وقت اسکا دورہ ستر ستر برس تک ہوتا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ بڑوں بڑوں کو کیوں نہیں پکڑتی پہلے پہلے خدا کا غضب دور دور آتا ہے تاکہ بعض آدمی جو نزدیک ہوں انکو مہلت ملجاوے اور وہ توبہ و استغفار کر سکیں اور جو شریر ہیں وہ اپنی شرارت سے غضب الٰہی کو کھینچ لیں اور پھر جو شریر ہوتے ہیں وہ اپنی شرارتوں میں بڑھتے ہیں اور آخر غضب الٰہی کے نیچے آ کر سب ہی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

دیکھو ابو جہل بھی ٹھٹھے اور مخول کیا کرتا تھا کہ مجھ پر کیوں عذاب نازل نہیں ہوتا مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام بھی دکھلایا گیا تھا جہاں اسنے ہلاک ہونا تھا۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں وہ اسی مقام پر ہلاک ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر چھڑی مار کر کہا کہ آج اس امۃ کا فرعون مارا گیا۔

جو لوگ یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو ہمکو ہمارے گناہوں کے بدلے کیوں عذاب نہیں دیتا اور نہیں پکڑتا وہ دلیری کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے کام آہستہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں اگر وہ قہری تجلی کرے تو ایک لحظہ میں تباہ کر دے۔ دنیا میں بھی سارے کام تدریجی ہوتے ہیں اگر ایک شخص گڑ یا ریوڑیاں تقسیم کرے تو یکدم سبکو نہیں دیدیتا بلکہ ایک ایک کر کے ایسا ہی خدا تعالیٰ کا حال ہے۔ پہلے وہ دور دور بلائیں بھیجتا ہے تاکہ بعض سعید الفطرت لوگ جو کسی شامت اعمال میں گرفتار ہو گئے ہیں توبہ و استغفار کا موقع ملے وہ بچ جاتے ہیں اور شریر پکڑے جاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ تم نے آج توبہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اسکے پہلے گناہ جاتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے آج اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ سچے دل سے توبہ کرنیوالوں کے گناہوں کا پہلا دفتر پھاڑ ڈالو۔ پھر آج سے نیکی کرو اور اپنے آپکو پاک صاف رکھو اگر پھر گناہ کروگے تو وہ غصہ ہوگا اور اسکا غضب بھڑکے گا۔ اللہ تعالیٰ ستار ہے جب کوئی آدمی بھولکر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب وہ باز نہیں آتا بلکہ اصرار کرتا ہے تو پھر وہ قہار اسکا غضب بھڑکتا ہے اور آخر ہلاک کر دیتا ہے

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْن

جب ایک شخص سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لے تو پھر دوسرے اوامر و نواہی کے نیچے آتا ہے اور ایک احکام الٰہیہ کا سلسلہ چلتا ہے۔ جن پر اسکو کاربند ہونا ضروری ہے اگر وہ صرف اسی کلمہ کو پڑھ لینا ہی کافی سمجھتا ہو تو اپنے آپکو دھوکا دیتا ہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں کیونکہ اسلام تو اطاعت تامہ کا نام ہے اسلام کی حالت پیدا کرنے کے لیے یعنی احکام الٰہی کی فرمانبرداری کی قوت پانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک طریق اور گُر بتایا ہے اور وہ یہ ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور اپنی زندگی حیوانات کیطرح بسر کرتا ہے وہ بھی حیوانات ہی کیطرح ہے اور وہ سچا مومن نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف کی اصل غرض جس کے لیے بہت تاکید کیگئی ہے یہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ کیا ہے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے انکو کیا جاوے اور جن سے منع کیا جاوے اُن سے رُک جاوے۔

اس وقت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ مسلمان کہلانے والے بہت ہیں مگر مسلمان بننے والے بہت ہی کم ہیں۔ خدا کا سچا خوف اور محبت بالکل نہیں رہی ہے ایک سچے مسلمان کو اپنی اصلاح کے لیے اسی طرح مستعد ہونا چاہیے جسطرح وہ اپنی کھیتی کے لیے فکر اور تردد کرتا ہے یا اور دوسرے دنیوی امور میں دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ اسکو اللہ تعالیٰ کی تڑپ اسی رنگ کی ہونی چاہیے جسطرح وہ اپنے اور دنیا کے لیے رکھتا ہے۔

یاد رکھو یہ زمانہ آخری زمانہ ہے ہر وقت آسمان سے گولے برس رہے ہیں غضب الٰہی کا دریا جوش زن ہے عمر کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ پس جلدی کرو۔ اور عمر کو غنیمت سمجھکر کچھ حاصل کر لو۔ جو سمجھتا ہے وہ شخص جو نری کہانیوں پر خوش ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔ ہر ایک اپنے اندر جھانک کر دیکھے کہ اس نے کہاں تک تقوے کا توشہ حاصل کیا ہے۔ جس قدر آدمی یہاں موجود ہیں غور سے ان باتوں کو سن لو۔ اپنی نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اسطرح ادا نہ کرو کہ گویا ایک بوجھ تھا جو اُتار کر پھینک دیا۔ یہ بات نہیں ہونی چاہیے بلکہ جیسے روٹی سے سیری ہوتی ہے پانی پیکر پیاس بجھتی ہے اور تسکین ہوتی ہے اسی طرح نماز میں سے ایک لذت اور سرور آنا چاہیے اگر نہیں آتا تو فکر کرو۔ دیکھو بڑا ہی بدبخت ہے وہ دھوبی جو کپڑے کو بار بار پتھر پر مارتا ہے مگر وہ صاف نہیں ہوتا۔ یا تو کپڑا ہی بہت گندا ہے یا خود نکما ہے اسیطرح تم اگر نماز پڑھتے ہو لیکن تمہاری نفسانی خواہشوں اور جوشوں کی آگ پر پانی نہیں پڑتا تو جان لو کہ وہ نری ٹکریں ہیں۔ اسلیے اسکو کچھ سمجھکر ادا کرو۔ اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر گیا ہے۔

یہ بات مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ دھوکا نہیں کھاتا۔ اور منتر جنتر سے خوش نہیں ہوتا۔ وہ سینہ کی چھپی ہوئی باتوں کو بھی دیکھتا ہے۔ سچی فرمانبرداری اور خوف کو پسند کرتا ہے اور تقویٰ چاہتا ہے پھر اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ تقویٰ جو خیر الزاد ہے کسطرح حاصل ہو۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک راہ رکھی ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے آئے ہیں اُن کے پاس رہو۔ قرآن شریف نے ہر ایک بیماری کا نسخہ بتایا ہے۔ اگر کوئی گناہ سے بچنا چاہے تو اسکا نسخہ یہی ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ صادقوں کے پاس رہنے سے انکے چال چلن انکی گفتار کردار کا اثر الگ انسان پر پڑتا ہے انکی توجہ اور جذب الگ اپنا کام کرتا ہے اور اسطرح پر گناہ سوز فطرت پیدا ہونے لگتی ہے یہ لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مظہر ہوتے ہیں اسلیے پاس رہنے والے بھی ان انوار سے بقدر استعداد حصے لے ہی لیتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ اکثر لوگ بیعت کرتے جاتے ہیں اور پھر کچھ ضرورت نہیں سمجھتے کہ پاس چلکر رہیں۔ بیعت کو ایک رسم کے طور پر ادا کر جاتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ اکثر آدمی ایک جمعہ کو ہوتے ہیں اور دوسرے جمعہ انہیں سے کوئی نظر نہیں آتا۔ اور یہی لوگ ہوتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ اس سے خوش ہوتا ہے جو اسکے حکم پر چلے اور یہ توفیق نمونہ کے دیکھنے سے ملتی ہے۔ کوئی کام اُستاد کے پاس بغیر بیٹھنے کے حاصل نہیں ہوتا اس وقت دین الٰہی کا معلم آگیا ہے۔ اور وہ اُس خدا کو دکھانا چاہتا ہے جو دنیا کی نظروں سے غائب ہوگیا ہے۔ پس جس جس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے وہ یہ اپنے اوپر لازم سمجھ لے کہ کچھ عرصہ تک اسکی صحبت میں رہے۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلکر لذت آتی ہے اور یہ توفیق صادقوں کی صحبت سے ملتی ہے اس وقت خدا تعالیٰ کا صادق مسیح موعود اور مہدی موجود ہے مبارک وہ جو اسکی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ وہ حصول تقویٰ کے اس گُر کو سمجھ لیں اور ان کے گفتار اور کردار میں تقویٰ کا رنگ پیدا ہو۔ اور ان کے سارے اعضا اللہ تعالیٰ ہی کی رضی کے تابع ہو جاویں۔

آمین۔

الٰہی بخش درزی کی جو تصویر ہم نے الحکم کے کسی گذشتہ اشاعت میں دی تھی اسکے متعلق پشاور کے اہل حدیث کی طرف سے ایک رجسٹرڈ خط ہمارے پاس بغرض اندراج پہونچا ہے۔ ہم اس خط کو عنقریب درج کریں گے۔ اور انشاء اللہ العزیز دکھائیں گے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ اسکو کہتے ہیں۔ الٰہی بخش درزی نے اپنے بیان میں تسلیم کر لیا ہے کہ میں نے تصویر کھچوائی ہے مگر ایک احمدی نے وہ تصویر کھینچی ہے اور ایک احمدی کے ہی ایما سے وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال ہم اس تحریر کو انشاء اللہ تعالیٰ جلد شائع کریں گے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی پانچ سالہ رپورٹ طیار ہو رہی ہے امید کیجاتی ہے کہ یہ رپورٹ جلد تر چھپکر شائع ہو ہماری قوم کے لیے مدرسہ مذکور کی رپورٹ نہایت دلچسپ اور خوش کن چیز ہوگی۔

سمجھی جاتی ہے - یہ ایک بات ہے جسکو دوسری قومیں سمجھ ہی نہیں سکتی ہیں کیونکہ انہوں نے عبادت کی اصل غرض اور غایت کو سمجھا ہی نہیں

قرآن شریف سے پہلے دو قومیں تھیں - ایک برہمبہ کہلاتی تھی جو رہبانیت کو پسند کرتی تھی اور اپنی زندگی کا اصل منشا یہی سمجھے بیٹھے ہوئے تھے - عیسائی قوم میں بھی ایسے لوگ تھے جو رہب ہونا پسند کرتے تھے اور ہوتے تھے رومن کیتھولک عیسائیوں میں ابتک یہی لوگ موجود ہیں - اور یہ طریق انہیں جاری ہے کہ وہ راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں مگر اب انکی رہبانیت اس حد تک ہی ہے کہ وہ شادی نہیں کرتے ورنہ ہر طرح عیش وعشرت اور آرام کے ساتھ کوٹھیوں میں رہتے اور تکلف لباس پہنتے اور عمدہ کھانے کھاتے ہیں اور جس قسم کی زندگی وہ بسر کرتے ہیں عام لوگ جانتے ہیں

مگر میری مراد رہبانیت سے اسوقت یہی ہے کہ وہ فرقہ جو اپنے آپکو تقدیس جسمانی کا دلدادہ تھا - اور دوسرا فرقہ ان کے مقابل وہ تھا جو اباحت کی زندگی بسر کرتا تھا - اسلام جب آیا تو اس نے ان دونوں کو ترک کیا اور صراط مستقیم کو اختیار کیا -

اس نے بتایا کہ انسان رہبانیت اختیار کرے جس سے وہ نفس کش ہو جاوے اور خدا تعالی کی عطا کردہ قوتوں کو بالکل بیکار چھوڑ دے علاوہ اسکے پھر ان اخلاق فاضلہ کے حصول سے محروم ہو جاوے جو ان قوتوں کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں - کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جسقدر قوتیں انسان کو دیگئی ہیں یہ سب کی سب دراصل اخلاقی قوتیں ہیں -

غلطی استعمال کیوجہ سے یہ اخلاق بد اخلاقی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں - اسلیے اسلام نے رہبانیت سے منع کیا اور فرمایا لا رہبانیة فی الاسلام

اسلام چونکہ انسان کی کامل تربیت چاہتا ہے اور اسکی ساری قوتوں کا نشوونما اسکا مقصد ہے اسلیے اسنے جائز نہ رکھا کہ وہ طریق اختیار کیا جاوے جو انسان کی بیخ کنی کرنے والا اور خدا تعالے کی توہین کرنے والا ٹہر جاوے

اور پھر اسلام کا منشا یہ ہے کہ وہ انسان کو افراط تفریط کی راہوں سے اس اعتدال کی راہ پر چلاوے جو صراط مستقیم ہے اسلیے اسنے اباحت کے مسئلہ کی بھی تردید کی یہ دوسرا فرقہ تھا جو قرآن شریف کے پہلے موجود تھا - وہ سب کچھ جائز سمجھتا تھا اور آزادی اور بےقیدی میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے ساری راحتوں اور لذتوں کی معراج سمجھتا تھا - مگر اسلام نے اسکو منع کیا - اور انسان کو یہ سکھانا نہ چاہا کہ وہ نہ نماز کی ضرورت سمجھے نہ روزہ کی غرض کسی پابندی کے نیچے ہی نہیں رہے اور ایک وحشی جانور کی طرح مارا مارا پھرے - ابتک بھی یہ لوگ موجود ہیں - وجودی کا مذہب جو بدقسمتی سے پھیلا ہوا ہے دراصل ایک اباحتی فرقہ ہے اور نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا اور ممنوعات اور محرمات سے پرہیز نہیں کرتا - اسلیے اسلام نے یہ بھی جائز نہ رکھا -

رہبانیت اور اباحت انسان کو اس صدق اور وفا سے دور رکھتے تھے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے - اسلیے ان سے الگ رکھکر الہی کا حکم دیکر صدق اور وفا کی تعلیم دی جو ساری روحانی لذتوں کی جاذب ہے - یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص کسی سہارے پر چلتا ہے وہ سست الوجود اور کاہل ہوتا ہے جیسے بچے اپنی والدین کی سرپرستی کے نیچے اپنی فکر معاش یا ضروریات کے مہیا کرنے سے کاہل اور لاپرواہ ہوتے ہیں - یا عیسائی لوگ جسطرح پر اعمال میں مستقیم نہیں ہو سکتے - کیونکہ کفارہ کا مسئلہ جب انکو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیح نے ان کے سارے گناہ اٹھا لیے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسی چیز ہو سکتی ہے جو انکو اعمال کی طرف متوجہ کرے اعمال کا مدعا تو نجات ہے اور یہ انکو بلا مشقت ومحنت صرف خونی مسیح پر اتنا ایمان رکھنے سے (کہ وہ ہمارے لیے مرگیا ہمارے گناہوں کے بدلے لعنتی ہوا) ملجاتی ہے تو اب نجات کے سوا اور کیا چاہیے ؟ پھر انکو اعمال حسنہ کی ضرورت کیا باقی رہی - اگر کفارہ پر ایمان لاکر بھی نجات کا خطرہ اور اندیشہ باقی ہے تو یہ امر دیگر ہے کہ اعمال کیے جاویں لیکن اگر نجات خون مسیح کے ساتھ ہی وابستہ ہے تو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ پھر ضرورت اعمال کی کیا باقی رہی؟

روافض بھی سہارے ہی پر چلتے ہیں اور اپنی جگہ عیسائیوں کیطرح امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے خون کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک اگر اعمال کی کوئی ضرورت ہے تو فقط اتنی کہ ان کے مصائب کو یاد کرکے آنکھوں سے آنسو گرا لیے یا کچھ سینہ کوبی کرلی وہ سارے اعمال حسنہ کی روح بھی ڈھنگ بازی اور سینہ کوبی ہے مگر میں نہیں سمجھتا کہ اسکو نجات سے کیا تعلق -؟ اسلیے جب یہ تعلیم کبھی دینا نہیں چاہتا اسکو اسلام نے دی کہ تم اپنے گناہوں کی گٹھڑی کسی دوسرے کی گردن پر لاد دو - اور خود اباحت کی زندگی بسر کرنے لگو - قرآن شریف نے صاف فیصلہ کر دیا ہے لا تزر وازرة وزر اخرى - ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا - اور دنیا میں اسکی کوئی نظیر خدا تعالی کے عام قانون قدرت میں ملتی ہے کبھی نہیں دیکھا جاتا کہ زید مثلاً سنکھیا کھا لیوے اور اس سنکھیا کا اثر بکر پر ہو جاوے اور وہ مرجاوے یا ایک مریض ہو اور وہ دوسرے آدمی کے دوا کھا لینے سے اچھا ہو جاوے - بلکہ ہر ایک بجائے خود متاثر ہوگا - پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ساری عمر گناہ کرتا ہے اور دلیری کے ساتھ خدا تعالے کے احکام کی خلاف ورزی کرتا رہے اور سمجھے کہ میرے گناہ کا بوجھ ایک دوسرے شخص کی گردن پر ہے جو شخص ایسی امید کرتا ہے وہ

دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست

کا مصداق - پس اسلام کسی سہارے پر رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ سہارے پر رہنے سے ابطال اعمال لازم آجاتا ہے - لیکن جب انسان سہارے کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے آپکو ذمہ وار ٹھیراتا ہے اسوقت اسکو اعمال کی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ کرنا پڑتا ہے - اسی لیے قرآن شریف نے فرمایا ہے قد افلح من زکیہا فلاح وہی پاتا ہے جو اپنا تزکیہ کرتا ہے - غرض اگر انسان ہاتھ پاؤں نہ ہلائے تو بات نہیں بنتی - مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں - ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے اور اس پر یہ نص صریح ہے وصل علیهم ان صلوتک سکن لهم - یہ شفاعت کا فلسفہ ہے یعنی جو گناہوں کی نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ جاوے - شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہ کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے - اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آجاتی ہے - جس سے گناہوں کا صدور بند ہو کر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں پس شفاعت کے مسئلہ نے اعمال کو بیکار نہیں کیا بلکہ اعمال حسنہ کی تحریک کی ہے - شفاعت کے مسئلہ کے فلسفہ کو نہ سمجھکر احمقوں نے اعتراض کیا ہے اور شفاعت اور کفارہ کو ایک قرار دیا حالانکہ یہ ایک نہیں ہو سکتے ہیں کفارہ اعمال حسنہ سے مستغنی کرتا ہے اور شفاعت اعمال حسنہ کی تحریک - جو چیز اپنے اندر فلسفہ نہیں رکھتی ہے وہ ہیچ ہے ہمارا یہ دعوی ہے کہ اسلامی [illegible]

اور عقائد اور اسکی ہر تعلیم اپنے اندر ایک فلسفہ رکھتی ہے اور علمی پیرایہ اس کے ساتھ موجود ہے جو دوسرے مذاہب کے عقائد میں نہیں ملتا۔

شفاعت اعمال حسنہ کی محرک کس طرح ہے؟

اس سوال کا جواب بھی قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفارہ کا رنگ ہرگز نہیں رکھتی جو عیسائی مانتے ہیں کیونکہ صرف نہیں کیا جس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی بلکہ فرمایا (آ) واذا سألک عبادی عنی فانی قریب یعنی جب میرے بندے میرے بارہ میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو کہدے کہ میں قریب ہوں۔ قریب والا تو سب کچھ کر سکتا ہے دور والا کیا کرے گا؟ اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اسوقت تک تو شاید وہ جلکر خاک سیاہ بھی ہو چکے۔ اسلیے فرمایا کہ کہدو کہ میں قریب ہوں۔

پس یہ آیت بھی قبولیت دعا کا ایک راز بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر ایمان کامل پیدا ہو اور اسکو ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے۔ اور ایمان ہو کہ وہ ہر پکار کو سنتا ہے۔ بہت سی دعائیں رد ہونے کا یہ بھی سبب ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کرالیتا ہے۔ اسلیے یہ ضروری ہے کہ دعا کو قبول ہونیکے لائق بنایا جاوے کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالیٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اسکو خواہ کتنے ہی نبی بھی ملکر کریں تو قبول نہ ہوگی اور کوئی فائدہ اور نتیجہ اسپر مترتب نہیں ہو سکیگا۔

اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایکطرف تو آنحضرۃ صلعم کو فرمایا صل علیہم ان صلوتک سکن لہم تیری صلوۃ سے انکو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش وجذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے دوسری طرف فلیستجیبوا لی کا بھی حکم فرمایا۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں انکا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرۃ کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نہ کیا جاوے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے کہ آنحضرۃ ؐ کی شفاعت اور دعا کی ضرورۃ ہی نہ سمجھی جاوے۔

غرض نہ اسلام میں رہبانیت ہے اور نہ بیکار نشینی کا سبق بلکہ افراط اور تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر وہ صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ تہذیب جسم کے اصولوں کو اختیار کرو۔ اور انہیں آنکھوں مشکلات میں گوارا کرو اور نہ یہ کہ سارا دن کھیل اور کود اور تماشوں اور شغلہ میں گذار دیا اور جوانی بسر کرو اور راتکو سوکر یا عیاشی میں — باقی آئندہ

سورۃ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

غرض اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں سے بہتر ہے وہ خیر الرازقین ہے۔ میں نے بہت سے ایسے بیباک دیکھے ہیں جو کہا کرتے ہیں:

ای خیانت بر تو رحمت از تو گنجی یافتم
ای دیانت بر تو لعنت از تو رنجی یافتم

ایسے شوخ دیدہ خود ملعون ہیں جو دیانت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پس خدا کے لیے ان ذلیل اور رستوں کو چھوڑ دو جو بظاہر کیسے ہی آرام دہ نظر آتے ہوں لیکن ان کے اندر خدا کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ میں نے بسا اوقات نصیحت کی ہے کہ کونوا مع الصادقین پر عمل کرنے کیلیے ضروری ہے یہاں آکر رہو۔ بعض نے جواب دیا ہے کہ تجارت یا ملازمت کے کاموں سے فرصت نہیں ہوتی۔ لیکن میں انکو آج یہ سناتا ہوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام کاروباروں کو چھوڑ کر ذکر اللہ کیطرف آجاؤ۔ وہ اسبات کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ کیا ہم کنبہ قبیلہ والے نہیں؟ کیا ہماری ضروریات اور ہمارے اخراجات نہیں ہیں؟ کیا ہمکو دنیوی عزت یا وجاہت بری لگتی ہے؟ پھر وہ کیا چیز ہے جو ہمکو کھینچکر یہاں لے آئی ہے۔ مجھی کے لیے نہیں کہتا بلکہ تحدیث بالنعمۃ کیطور پر کہتا ہوں کہ میں اگر شہر میں رہوں تو شاید بہت روپیہ کما سکوں لیکن میں کیوں ان ساری آمدنیوں پر قادیان کے رہنے کو ترجیح دیتا ہوں؟ اسکا مختصر جواب میں یہی دونگا کہ میں نے یہاں وہ دولت پائی ہے جو غیر فانی ہے جسکو چور اور قزاق نہیں لیجا سکتا مجھے وہ ملا ہے جو تیرہ سو برس کے اندر آرزو کرنیوالوں کو نہیں ملا۔ پھر ایسی بے بہا دولت کو چھوڑکر میں چند روزہ دنیا کے لیے مارا مارا پھروں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے میں نہیں رہ سکتا۔ ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے۔ پس میری دولت میرا مال میری ضرورتیں اسی امام کے اتباع تک ہیں۔ اور دوسری ساری ضرورتوں کو اس ایک وجود پر قربان کرتا ہوں۔

میرے دل میں بارہا یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ صحابہ کو جو مہاجر تھے کیوں خلافت ملی اور مدینے والے صحابہ کو جو انصار تھے اس سے حصہ نہیں ملا بظاہر یہ عجیب بات ہے کہ انصار کی جماعت نے ایسے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جب آپ مکہ سے تکالیف برداشت کرتے ہوئے پہنچے مگر نہیں عجیب یہی ہے کہ انصار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑا نہیں انکی نصرت کے لیے خدا نے انکو بہت کچھ دیا۔ مگر مہاجرین نے اللہ کے لیے ہاں محض اللہ ہی کے لیے اپنے گھر بار بیوی بچے اور رشتہ دار تک چھوڑ دیے تھے اور اپنے منافع اور تجارتوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ وہ خلافت کی مسند پر بیٹھے۔ میں ثقیفہ کی بحث پڑھتا تھا اور منکم امیر ومنا امیر پر میں نے غور کی ہے مجھے خدا نے اس مسئلہ خلافت میں یہی سمجھایا ہے کہ مہاجرین نے چونکہ اپنے گھر بار تعلقات چھوڑے تھے انکو ہی اس مسند پر اول جگہ ملنی ضرور تھی۔ اللہ تعالیٰ کے لیے جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو ضائع نہیں کرتا۔

پس ایسے عذر بیفائدہ اور بیہودہ ہیں۔ اسوقت دنیا خطرناک ابتلا میں پھنسی ہوئی ہے۔ پہلی بلا جہالت کی ہے تدبر سے کتاب اللہ کو نہیں پڑھتے اور نہیں سوچتے جب تدبر ہی نہ ہو تلاوۃ ہی نہ ہو تو اسپر عمل کی تحریک کیسے پیدا ہو۔ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اسکی جگہ بہت بڑا وقت قصوں کہانیوں اور اور لغویات میں بسر کیا جاتا ہے۔

دوسرا نقص یہ ہے کہ فسق وفجور بڑھ گیا ہوا ہے بدمعاملگی ہے جہالت ہے گندگی اور ناپاکی کو مقدم کر لیا گیا ہے۔ پھر اسکے ساتھ کبر ہے وہ کبر کہ یہ برداشت نہیں رہی کہ کوئی نصیحت کرے تو صبر کے ساتھ اس نصیحت کو سن لیں۔ اور اس کے ساتھ اور مصیبت یہ ہے کہ اپنے دکھ سے ناآشنا ہیں مرض کے حالات سے ناواقف ہیں اسے محسوس نہیں کرتے طبیب کی تشخیص پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں اور اسے ہی مجنون ٹھیراتے ہیں۔

غرض یاد رکھو کہ اب زمانہ بہت نازک آگیا ہے۔ ایک راستباز دنیا میں آیا ہے جس کے لیے آسمان نے گواہی دی۔ اسوقت کہ جب خدا ایک بچھڑا سمجھا گیا تھا خدا تعالیٰ نے اپنے کلام سے بتایا کہ وہ زندہ اور متکلم خدا ہے۔ اور اس نے اپنے برگزیدہ بندہ کو بھیجکر حجت پوری کی مگر پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ اسکی مخالفت کی جاتی اور اس کے خلاف منصوبہ

ازدیاد ہوتی ہیں مگر اس کی کچھ پروا نہیں
یہ لوگ آخر خائب و خاسر ہونے والے ہیں
اور ہوتے جاتے ہیں۔ مخالف مضطرب
ہوتا ہے کوشش کرتا ہے سفر کر کے خرچ کر کے
فتویٰ طیار کرتا ہے کہ یہ کافر ہے اور زور لگا کر
کہتا ہے کہ میں اسکو گرا دوں گا۔ مگر اس کی ساری
اخراجات ساری محنتیں اور کوششیں رائگاں
جاتی ہیں خدا گراتا ہے اور جسکو گرانے کا ارادہ
کرتا تھا وہ بلند کیا جاتا ہے۔ جسقدر کوشش
اس کے معدوم کرنیکی کی جاتی ہے اُسی قدر وہ
اور بھی ترقی پاتا اور بڑھتا ہے۔
یہ خدا تعالیٰ کے ارادے ہیں انکو کوئی بدل نہیں
سکتا۔ اس کے مخالف تحزنوت علیہم حسرۃ
کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ پس یاد رکھو یہ
وقت غنیمت ہے ایسے امام کی جو حق کا سنانے
والا۔ سمجھانے والا اور پھر تزکیہ کرنیوالا ہو۔
بڑے ہی بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اس نور
سے حصہ نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو اور تمکو
توفیق دے کہ ہم جنہوں نے اس نور سے
حصہ لینے کی سعی کی اور اس چشمہ کے پاس
پہونچے ہیں پوری روشنی حاصل کر سکیں اور
سیراب ہوں۔ اور یہ ساری باتیں حاصل
ہوتی ہیں جب بصیرۃ معرفۃ اور عقل عطا ہو۔
اور یہ خدا ہی کے فضل سے ملتی ہیں۔ پس جب
کسی کو صادق کا پتہ لگ جاوے تو ساری تجارتیں
اور بیع و شریٰ کو چھوڑ کر اس کے پاس پہونچ
جانا چاہیے اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ
پر عمل کرنا ضروری سمجھا جاوے۔
بعض لوگ جو یہاں آتے ہیں اور رہتے ہیں
انکو ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جو انکی اپنی
پیدا کردہ مشکلات سمجھنی چاہییں مثلاً کوئی
کہتا ہے کہ مجھ کو چارپائی نہیں ملی یا روٹی کے
ساتھ دال ملی۔ میں ایسی باتوں کو جب سنتا
ہوں تو اگرچہ مجھے ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے
جو ان خدمات کے لیے مقرر ہیں مگر ان سے زیادہ
افسوس انپر ہوتا ہے جو ایسی شکایتیں کرتے ہیں
میں ان سے پوچھوں کہ کیا وہ اسقدر تکالیف
سفر کی برداشت کر کے روٹی یا چارپائی
کے لیے آتے ہیں یا انکا مقصود کچھ اور ہوتا ہے؟
میرے ایک پیر شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ
علیہ مدینہ میں رہا کرتے تھے ایک شخص ہجرۃ کر کے
مدینہ میں آیا پھر اس نے ان سے کہا کہ میں یہاں
نہیں رہتا کیونکہ لوگ شرارتی ہیں شاہ صاحب
نے اسکو کہا کہ تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے لیے آئے تھے یا عربوں کے واسطے
اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے آئے
تھے تو وہ تو ویسے ہی ہیں جیسا کہ تھے
یقین کیا تھا اور اگر عربوں کے لیے آئے تھے
تو وہ بیشک ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو
پس میں بھی ان لفظوں سے ہی کہوں گا جو
اس قسم کی شکایتیں کرتے ہیں کہ اگر تم لوگ
صرف مسیح کے معلم کے لیے آئے تھے تو وہ اپنے
خلق عظیم کے ساتھ ویسا ہی موجود ہے اور
اگر ہمارے لیے آئے ہو تو ہم ایسے ہی ہیں
کیا کھانا کپڑا چارپائی گھر میں نہیں ملتی تھی
جو اسقدر تکلیف اُٹھا کر اسی روٹی کیواسطے
یہاں آئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس جو لوگ آتے تھے انکے لیے جانتے ہو
کوئی مہمان خانہ تجویز ہوا ہوا تھا یا کوئی لنگرخانہ
جاری تھا؟ کوئی نہیں پھر بھی لوگ آتے
تھے اور کوئی شکایت نہ کرتے تھے اس کی
وجہ یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے آتے تھے۔ اور دین ہی انکی غرض ہوتی تھی
غرض یہاں آؤ تو اس لیے نہیں کہ روٹی یا لنگر
سے بلکہ اس لیے کہ تمہاری بیماریوں کا علاج
ہو۔ تم خدا کے مسیح اور مہدی سے فیض
حاصل کرو۔
بیماری کا بات کچھ بھی خیال ذکر وہم کیا اگر
بیماری کی ہستی کیا ہے ہم اگر بڑے تھے تو گھر
رہتے یا کتابیں تھیں تو پھر امام کی ہی کیا ضرورت
تھی۔ اگر کتابوں سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا
ہوتا تو پھر نہیں کیا حاجت تھی ہمارے پاس
بہت سی کتابیں ہیں مگر نہیں ان باتوں سے
کچھ نہیں بنتا۔
دیکھو ایک دردسر کا بیمار ایک کھانسی
والے بیمار کے پاس ہو اور وہ ساری رات
کھانستا رہے اور اسکو تکلیف ہو اور اسکی
شکایت کرے تو یہ شکایت بیجا ہوگی وہ
خود مریض ہے اسیطرح جبکہ ہم جسقدر یہاں ہیں
اپنے اپنے امراض میں مبتلا ہیں اگر ہم تندرست
ہو کر کسی مریض کو دکھ دیں تو البتہ ہم جوابدہ
ٹھیر سکتے ہیں لیکن جبکہ خود مبتلائے مرض ہیں
اور یہاں علاج ہی کے لیے بیٹھے ہیں تو پھر
بیمار کی کسی حرکت سے ناراض ہونا عقلمندی
نہیں ہے۔ پس ہارے سب کو ابتلا میں
مت پڑو۔ جو لوگ ابتلاؤں سے گھبراتے
ہیں میں پھر ملے سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے
لیے دعا کریں۔ اور اگر ہماری کوئی تقریر
انکو پسند نہ آوے تو وہ یہ سمجھیں کہ ہم مامور
نہیں صادق مامور ایک ہی ہے جو مسیح اور
مہدی ہو کر آیا ہے۔ پس خدا سے مدد مانگو
ذکر اللہ کثرت سے کرو جو فحشا اور منکر سے
بچانے والا ہے۔ اسی کو اُسوہ بناؤ۔ اور اسی
کے نمونہ پر چلو۔ ایک ہی مقتدا و مطاع
اور امام ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اُس
سے سچا پیوند کریں آمین۔

الحمد للہ۔ سورۃ جمعہ پر حضرت
حکیم الامۃ کا وعظ ختم ہوگیا۔ اب
ہم انشاء اللہ العزیز ناظرین کی
استدعا کے موافق اسکو چھوٹی
سائز پر چھاپ دینے کی سعی
کریں گے۔ (ایڈیٹر)

جہاد کے قطعی استیصال کیلیے ایک تجویز

پیش کردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

چونکہ تقریب جلسۂ تاجپوشی ہمارے شہنشاہ عالی جاہ ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند کے درپیش ہے اور ہر ایک شخص پر جو زیر سایہ اس سلطنت پر امن کے رہتا ہو واجب ہے کہ اس خوشی سے حصہ لے اور اس موقعہ پر اپنی خیر خواہی اور خلوص کا اظہار کرے سو میں جو ایک گوشہ گزین انسان ہوں اور قبل اس کے جو وہ موت پیش آوے اُس پوشیدہ عالم کو دیکھ رہا ہوں جسکو اکثر دوسرے لوگ موت کے بعد دیکھیں گے اسلیے میری معرفت اور حقیقت شناسی نے جو انصاف اور حق پسندی کو چاہتی ہے مجھے تحریک کی ہے کہ نہایت یکرنگی اور دلی جوش سے اپنے مشرب اور طریق کے مطابق اس موقعہ پر وہ باتیں ظاہر کروں جن کے لیے میرا دل جوش مار رہا ہے اور جسکو اپنا فرض سمجھتا ہوں سو سب سے اول میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کے منتخب لوگوں کی طرف سے جو میرے تخمینہ میں اب برٹش انڈیا کے متفرق بلاد میں دو لاکھ کے قریب ہیں حضرت شہنشاہ قیصر کو شکر کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ دعائے خیر کرتا ہوں اور جناب الٰہی سے چاہتا ہوں کہ وہ قادر کریم جسکی بے انتہا طاقت نے ذرہ ذرہ پر قبضہ کر رکھا ہے اس شہنشاہ کو جسکی سلطنت امن بخش اور ہر ایک ظالم سے حفاظت کرتی ہے تمام مکروہات زمانہ سے بچاوے اور فتح و ظفر نصیب کرے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اس بات کی توفیق دے کہ ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کے خیر خواہ رہیں۔ اور دو رنگی سے بچیں۔

پھر بعد اس کے میرے دل میں جلسہ تاجپوشی کی تقریب پر ایک ارادہ دوبارہ جوش زن ہوا ہے جسکو میں آج سے قریباً بائیس برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ملک میں مسلمانوں کی توجہ کے لیے شائع کیا تھا اور پھر وقتاً فوقتاً میں اس ارادہ کو اپنی متفرق کتابوں میں شائع کرتا رہا اور غالباً بیس مرتبہ کے قریب میں نے اُس ارادہ کو اپنی متفرق کتابوں میں شائع کیا ہے مگر افسوس کہ ابتک وہ میرا مطلب پورا نہ ہوا۔ اب اس تقریب جلسہ تاجپوشی پر خوب موقع نکلا ہے کہ پھر میں یہ بات پیش کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ جس رعیت کو اپنی گورنمنٹ کے ساتھ دلی اطاعت کا جوش نہ ہو۔ وہ بدقسمت رعیت ہے جو نفاق کے ساتھ گذارہ کرتی ہے۔ اور اب ہم نے قریباً پچاس سال کی مدت میں متواتر تجارب سے دیکھ لیا ہے کہ یہ گورنمنٹ درحقیقت مسلمانوں کے لیے ایک رحمت ہے۔ اس کے سایہ میں ہم امن سے گذارہ کرتے ہیں۔ اس کے سایہ میں اکثر مسلمان بنسبت اپنی پہلی حالت بے علمی سے بہت کچھ ترقی کر گئے ہیں۔ اور یہ گورنمنٹ انکی جانوں اور مالوں اور آبروؤں کی محافظ ہے۔ اور ایسے عمدہ انتظام سے امن قائم کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر متصور نہیں۔ تو پھر کیا اس کے علما کا فرض نہیں ہے کہ وہ پوری توجہ سے سوچیں کہ کیوں آئے دن اس محسن گورنمنٹ کو سرحدی وحشیوں کی لڑائی کی مشکلات پیش آتے ہیں کیا اسکا یہ سبب نہیں ہے کہ ابھی ایسے بد باطن ملا موجود ہیں جو ہمیشہ انکو یہی سبق دیتے رہتے ہیں کہ کافروں سے جہاد کرنا دین کا فرض اور بہشت کے حاصل کرنے کی ایک کنجی ہے۔ پس اس بات میں کچھ شک نہیں کہ جن اسباب سے یہ فتنہ ہمیشہ اُٹھتا رہتا ہے انھیں اسباب سے یہ فرد بھی ہوگا یعنی علما کے مقابل پر علما کی کوشش ضروری ہے۔

پس کیا ہمارے علما کوئی ایسی تدبیر نہیں کر سکتے کہ اس تدبیر کا اثر ان وحشیوں پر پڑے؟ بیشک کرتے ہیں اور اگر زیادہ اثر نہ ہو تو بلا کسی قدر ضرور اثر ہوگا۔ یہ گورنمنٹ بیشک باہیبت اور با اقبال ہے اگر چاہے تو ایک کروڑ مفسدہ اور باغی کی بخوبی سرکوبی کر سکتی ہے لیکن آخر لڑائیوں میں عزیز جانیں ضائع ہوتی ہیں سو اگر کسی تدبیر سے کام نکلے تو کیوں جانیں ضائع ہوں۔ پس میرے نزدیک تدبیر یہ ہے کہ ایک کتاب مبسوط مخالفت جہاد میں لکھی جائے جس کا یہ مطلب ہو کہ بموجب آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اصول انصاف کے اس گورنمنٹ سے ہرگز جہاد درست نہیں کیونکہ وہ دادگستری اور حق پسندی اور رعیت پروری اور بہت سے اپنے منصفانہ اصولوں کی رو سے دین اسلام کی حامی ہے اور علاوہ اس کے مقابلہ کر کے دیکھلو کہ ہندوستان کے پہلے بادشاہوں کے زمانہ کی نسبت علمی ترقی اور امن اور آزادی میں گورنمنٹ انگریزی کی رعایا مسلمان کے آگے بڑھ گئے ہیں بلکہ اگر زیادہ غور کرو تو معلوم ہوگا کہ انگریزی قومیں اسلام کے لیے راستہ صاف کر رہے ہیں ان تمام امور کے لحاظ سے اس محسن گورنمنٹ سے بغاوت یا مقابلہ یا سرکشی سے پیش آنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اسلام سے خارج ہونا ہے جب ایسی کتاب طیار ہو جائے۔ تو تمام سرآمد علماء کے اس پر دستخط ہو جائیں۔ اور پھر وہ کتاب زبان پشتو اور فارسی اور عربی میں ترجمہ کیجائے اور ایسی کتاب کی بیس ہزار کاپیاں چھپوائی جائیں اور ملک میں اور دوسرے سرحدی ممالک میں تقسیم کی جائیں اگر ایسا ہو تو میں نے منظور کیا ہے کہ دس ہزار روپیہ تک اس کی چھپوائی کے اخراجات میں خود دیدونگا مگر شرط یہ ہے کہ محض بیہودہ اور مجمل اور منافقانہ بیان نہ ہو بلکہ ہر ایک پہلو سے کامل ہو میں اس بات کو خوب جانتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ وہ بیان کس قوت کے ہوتے ہیں جو دل کی سچائی سے نکلتے ہیں۔ اور وہ بیان کیسے بودے اور کمزور ہوتے ہیں جو محض منافقانہ ہوتے ہیں۔ منافقانہ بیان ایک مردہ بیان ہوتا ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ ایک پھوڑہ کے اندر بہت سی پیپ بھری ہو اور بظاہر دکھائی دیتا ہو کہ وہ مل گیا ہے۔ مگر جو بیان دل سے نکلتا ہے وہ آخر دلوں کو جا پکڑتا ہے۔ میں اس بارہ میں ایسی تحریروں کو پسند نہیں کرتا جو گول مول ہوں اور صرف دو چار مختصر ورق ہوں۔ بلکہ چاہیے کہ بہت مبسوط کتاب ہو اور اسمیں تین قسم کے زبردست دلائل ہوں۔

(۱) آیات قرآنی سے تمسک ہو۔

(۲) دوسرے حدیث سے تمسک ہو۔

(۳) تیسرے دلائل عقلیہ سے تمسک ہو۔

اور میں نے سُنا ہے کہ بعض والیان ریاست نے جہاد پر زور دینے کے لیے ایک کتاب لکھی ہے اس صورت میں اور بھی واجب ہوا کہ اُس کتاب کا اثر دور کر دیا جائے اگر گورنمنٹ یہ عذر پیش کرے کہ ایسی ہدایت گویا ایک جبر کی قسم ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ جبر نہیں ہے جبات میں لوگوں کی بھلائی اور امن کی ترقی اور عافیت کی امید ہے کہ وہ جبر کیونکر ہو سکتا ہے ایسے خیالات مسلمانوں کو پستی کیطرف لے جا رہے ہیں۔ اور درندگی کی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں اور اس ملک کے علما کا کیا حرج ہے کہ ایسی مبسوط کتاب تصنیف کر کے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین کریں اپر کوئی خرچ نہیں ڈالا جاتا بلکہ اس تمام خرچ کا میں ہی ذمہ اُٹھاتا ہوں لیکن جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے صفائی اور پوری دیانت سے ایسی کتاب تالیف ہونی چاہیے میں انکی نسبت کوئی نہیں کرتا۔ مگر میرا کانشنس اس بات کو نہیں مانتا کہ جبتک پوری صفائی اور پورے دل کے جوش سے ایسی کتاب نہ لکھی جائے۔ اور ایسے تمام امور کی جڑ کاٹ نہ دی جائے جو جہادی

مسائل کیطرف حرکت دیتے ہیں۔ یا کسی آیندہ جہاد کی اُمید دیتے ہیں تب وہ کتاب مؤثر ہو سکے گی بلکہ ہمیں چاہیے کہ اس جزو کو اپنے عقائد کے اندر سے نکال دیں جسکی زہر کسی وقت پھوٹنے کے لیے طیار ہو۔ میرے خیال میں یہ دو عقیدے جہاد کی جڑ ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ جو اُمید کیجاتی ہے کہ اب عنقریب زمانہ میں کوئی ایسا مہدی آنے والا ہے کہ جو جہاد اور مذہبی لڑائیوں سے زمین کو خون سے پر کریگا

(۲) دوسرے یہ کہ اُس مہدی کا ہاتھ بٹانے کے لیے کوئی مسیح آنیوالا ہے جس کا کام یہی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی سخت دل سپاہیوں کیطرح تلوار سے دین کو پھیلانا چاہے گا میں دیکھتا ہوں کہ اب ایسے عقیدوں کا زمانہ گذرتا جاتا ہے اور وہ جو ایسی بحثوں میں سختی سے پیش آتے تھے اب وہ خود سمجھتے جاتے ہیں اور دل جلد جلد صاف ہوتے جاتے ہیں بعض نادانوں کا پہلے اس سے ان عقیدوں پر بہت غلو تھا اور اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو تہذیب اور انسانیت سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں وہ ان بیہودہ عقیدوں پر اب تک قائم ہیں۔ اگر یہ عقیدے قرآن شریف میں مذکور ہوتے تو ایسے عقیدوں والے پر کچھ افسوس نہ تھا لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان ہر دو عقیدوں کا قرآن شریف میں نام و نشان نہیں ہاں سورۃ فاتحہ اور سورہ نور اور کئی اور صورتوں میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جسطرح بنی اسرائیل کے نبیوں کا سلسلہ آخر کو ایک ایسے نبی پر ختم ہوا جس نے تلوار نہیں اُٹھائی اور نہ جہاد کیا اور محض اخلاقی تعلیم کی قوۃ سے دلونکو اپنی طرف کھینچا ایسا ہی محمدی سلسلہ میں جب وہی زمانہ آئے گا یعنی جبکہ ہجرۃ سے چودھویں صدی آئیگی جو اُس زمانہ سے مشابہ ہے جبکہ حضرۃ عیسیٰ حضرت موسیٰ کے بعد پیدا ہوئے تھے تب حضرۃ عیسیٰ مسیح کی مانند اس اُمۃ میں بھی ایک شخص پیدا ہوگا جو نہ جہاد کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائے گا اور آرام سے اور صلحکاری سے دلونکو خدا کیطرف پھیر دیگا۔ اور قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخری مسیح جو پہلے مسیح کے قدم پر آئے گا آدم کے زمانہ سے چھٹے ہزار کے آخر پر پیدا ہوگا یہ پیشگوئی ہے جو قرآن شریف میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ اسلام چودھویں میں اپنی ترقی کا تمام مدار اخلاقی اور عقلی اور اعجازی نمونوں پر رکھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رکھا تھا یہی ہر جو دوسرے لفظوں میں مسیح کا دوبارہ آنا بیان کیا جاتا ہے۔ اسمیں یہ جتلانا منظور ہے کہ پہلے مسیح میں اور دوسرے مسیح میں ایسی مشابہت ہے کہ گویا وہ دونوں ایک ہی ہیں یہی ایک پیشگوئی ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہوتی ہے۔ باقی سب باطل اور جھوٹے قصے ہیں جو لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور مہدی کے متعلق جسقدر حدیثیں ہیں انمیں ایک بھی صحیح نہیں ہے قرآن نے دو مسیح بالمقابل رکھے ہیں ایک مسیح اسرائیلی اور ایک مسیح محمدی اور دونوں کی نسبت بیان ہے کہ وہ محض اخلاقی تعلیم اور آسمانی نشانوں سے دین کو پھیلانے والے ہیں سبب یہ کہ پہلے اس اسرائیلی سلسلہ میں موسیٰ اور یشوعا وغیرہ نبیوں کی لڑائیوں سے یہ شک کیا گیا تھا کہ شاید یہ مذہب ایسا ہے کہ اسمیں بجز تلوار کے اور کچھ نہیں۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ وہ شک دلوں میں باقی رہے اس لیے اس نے موسوی سلسلہ کے آخری زمانہ میں یسوع مسیح کو بھیجا تا اپنی اخلاقی تعلیم سے اُس شک کو دور کرے اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی جبکہ پہلے زمانہ میں بطور مدافعت کے لڑائیاں ہو چکی تھیں تو لوگوں نے بعد میں یہ اعتراض اسلام پر کیا کہ وہ جبر سے دین کو پھیلاتا رہا ہے حالانکہ وہ لڑائیاں مخالفوں کے حملوں کے دفع کے لیے تھیں نہ دین کے پھیلانے کے لیے جیسا کہ قرآن شریف میں خدا نے صاف فرمایا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں جبر نہیں ہے۔ سو چونکہ اعتراض دلوں میں جم گیا تھا اور جاہل اور وحشی مسلمانوں نے بھی اپنے بد نمونوں سے اعتراض کو قوت دی تھی۔ اور دینداری کا شعار غازی کہلانا سمجھا گیا تھا اور دین کے لیے تلوار اُٹھانا گویا بہشت کی کنجیاں سمجھی گئی تھیں اس لیے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں اسلام پر بھی وہ زمانہ آگیا کہ خدا اس غلطی کو اسلام میں سے نکالے اسی طرح جیسا کہ موسیٰ سے چودہ سو برس بعد عیسیٰ مسیح کو خدا نے بھیجکر یہود کی غلطی کو نکالدیا۔ سو اصل بات تو صرف اسقدر تھی جسکو بعض نادانوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ ہے کہ اسلام کے عقلمند اور پاکدل لوگ اس حقیقت کو جلد تر سمجھ جائیں گے۔ میں صرف قیاسی طور پر نہیں کہتا بلکہ وہ نیک دل انسان جو ڈیڑہ لاکھ کے قریب میری اس ہدایت کو قبول کر چکے ہیں۔ وہ ایک زندہ گواہ میرے اس خیال کے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ہر طرف اسلام میں سے غلط عقیدے اُٹھتے جاتے ہیں اور ان کے بدلے یہ پاک سلسلہ قائم ہوتا جاتا ہے میرے اس سلسلہ میں اگرچہ ایسے لوگ بھی بکثرت ہیں جو انگریزی خواں اور تعلیم یافتہ اور سرکاری عہدوں پر ممتاز ہیں مگر ایک گروہ کثیر اہل علما کا بھی ہے مجھے ان کے ساتھ ان مسائل کے سمجھانے میں کوئی دقت نہیں اُٹھانی پڑی۔ بلکہ وہ ایسی آسانی سے سمجھ گئے کہ گویا وہ پہلے سے ہی طیار تھے سو میں اس سے قیاس کرتا ہوں کہ اس پاک عقیدہ کے لیے قریباً کل دانشمند طیار ہیں اور عقلمند لوگ جہادی مسائل سے اندر ہی اندر بیزار ہو رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ درحقیقت قدیم سے خدا تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ وہ اپنے ضعیف بندوں کو نرمی اور رحم سے سمجھاوے۔ اور درحقیقت سچ یہی ہے کہ تلواریں محض زمین کو فتح کرتی ہیں۔ مگر اخلاقی تعلیم جو صرف زبانی باتیں نہ ہوں بلکہ عملی طور پر دکھائی جائے وہ عنقریب فتحیاب ہوتی ہے ان لوگوں نے خدا کا بڑا گناہ کیا ہے جنہوں نے قرآن کی اخلاقی تعلیم کو جو افراط تفریط سے پاک اور دنیا کی ہر ایک تعلیم سے اعلیٰ تھی ان وحشیانہ جنگوں اور ظالمانہ خونریزیوں کے نیچے چھپا دیا ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں خدا کے منشا کے برخلاف یہ کاروائیاں اُٹھتے ہوئیں اس لیے انکو ایسے حملوں میں بجز ناکامی اور ذلت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا اور ہمیشہ شکست اُٹھاتے اور مارے جاتے ہیں۔ لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب وہ اگر ایسا کریں گے تو وہ خدا سے لڑیں گے اور خدا اُنسے لڑے گا کیونکہ اُسکا منشا یہی ہے کہ دنیا کو یہ معجزہ دکھاوے کہ نرمی سے اور صلح سے اور اخلاق کے کمال سے اور اعجازی نمونوں سے دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرے پس جو شخص اُسکے منشا کے برخلاف دین کے لیے تلوار اُٹھاتا ہے وہ اُسکے معجزہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اور اسکی حکمت کا دشمن ہے اس لیے کبھی اس کے لیے بہتری نہیں ہے اب کے بعد جو لوگ دین کے بہانہ سے تلوار اُٹھائیں گے گو وہ اپنی جہالت یا فریب سے مہدی کہلاویں یا ملا کے نام سے منسوب ہوں وہ بہت ذلیل ہوں گے کیونکہ خدا کے قدیم ارادہ کا انہوں نے مقابلہ کیا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس حقیقت کو کئی لاکھ انسانوں نے سمجھ لیا ہے۔ اور کروڑہا انسان اس کے سمجھنے کے لیے مستعد ہو رہے ہیں۔ اگر گورنمنٹ عالیہ مجھے اسقدر مدد دے کہ میری اس تقریر کو اپنے طور پر اخبار وغیرہ شائع کرے

اور انہیں لکھے کہ جو علما اور عقلا اور فتویٰ
دینے والے جہاد کے مخالف ہیں اور وہ کتاب
مخالفت جہاد پر دستخط کرنے کو طیار ہیں معہ
خاص عہدہ داروں کے اپنی جسکو گورنمنٹ پسند کرے
اپنے عرائض اخیر جون ۱۹۰۳ء تک یا اُس
مدت تک جو گورنمنٹ مناسب سمجھے بھیجدیں
اور ان کے منتخب عالم جہاد کی مخالفت کے
بارے میں اپنی اپنی جگہ ایک ایک کتاب
لکھیں جنہیں سے ایک یہ راقم بھی ہوگا۔ پھر
مناسب ہے کہ ان تمام کتابوں میں سے جس
کتاب کو گورنمنٹ پسند کرے اور پھر اسکو دیکھ
اُسپر سب علما کے دستخط ہو جائیں اور پھر وہ
فارسی اور پشتو اور عربی میں ترجمہ ہوکر بلاد
اسلامیہ میں شائع کی جاوے اور گورنمنٹ عالیہ
مہربانی کرکے ایسی کتابوں کی تالیف کے لیے
بذریعہ اپنے اشتہار کے اطلاع دے اور مناسب
ہوگا کہ تالیف کتاب کے لیے ایک برس مہلت
رکھی جائے تا تکمیل کتاب میں کوئی دقیقہ رہ نہ
جائے۔ یاد رہے کہ وحشی قوموں کو مہذب بنانے
کے لیے جو ملاؤں کے پنجہ میں ہیں اس سے
زیادہ کوئی تدبیر موثر نہیں ہوگی جو علما کے
فتنہ کا علاج علما کے ساتھ ہی کیا جاوے۔
اب یہ زمانہ نیا رنگ پکڑ گیا ہے اور عقل تجربہ
نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریق جو میں نے بیان کیا
ہے بہت مؤثر ہے۔ پس ہماری گورنمنٹ
کو چاہیے کہ اس سے پورے طور پر فائدہ اٹھاوے
مسلمانوں کے لیے اس بات کے بیان کرنے کی
ضرورت نہیں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا یہ بڑا
فضل ہے کہ یہ عادل گورنمنٹ ان پر حکمرانی کر رہی
ہے۔ اگر یہ گورنمنٹ اس ملک سے دستکش ہو
جائے تو چند روز میں قوموں کی باہم کشت
و خون سے طوفان بے تمیزی شروع ہو جائیں اور
کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھا لیں۔ تب
ہاتھ جوڑ کر پھر اس گورنمنٹ کو اپنے ملک میں
لاویں گے انسان کے لیے امن اور عافیت
کی زندگی اور عادل سلطنت کے زیر سایہ رہنا
بڑی چیز ہے گویا اُسے دنیا میں بہشت ہے
اور جن حکومتوں کے ماتحت جان و مال ہر دم
خطرہ میں ہے وہ اگرچہ مسلمان کہلاویں لیکن
ان کا وجود آرام دہ نہیں ہے ہم لوگوں کی یہ
خوش قسمتی ہے کہ ہمکو ایسے حکام ملے ہیں جو
حکومت کی کرسی پر بیٹھ کر مذہبی رعایتوں کو طاق
پر رکھدیتے ہیں اور جو تقاضا انصاف اور
عدالت کا ہے وہی کرتے ہیں مجھے اس بات کے
لکھنے سے خوشی ہے کہ میرے پاس اس دعویٰ کی
ایک نظیر بطور ثبوت کے ہے جسپر غور کرنیسے
معلوم ہوگا کہ گورنمنٹ انگریزی کی کسقدر نیتیں
نیک ہیں اور وہ کسقدر عدالت اور انصاف
کے دلدادہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ چند سال
ہوئے ہیں کہ ایک مشنری صاحب نے جن کا
نام ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ہے ایک جھوٹا
مقدمہ اقدام قتل کا میرے پر دائر کیا میرا خیال
ہے کہ یہ انکا کام نہیں تھا بلکہ بعض عیسائیوں
نے انکو دھوکا دیا تھا پھر وہ مقدمہ کپتان
ڈگلس کمشنر گورداسپور کی عدالت میں جو
حال میں دہلی کے ڈپٹی کمشنر ہیں تحقیقات
ہوتا رہا صاحب موصوف نے اس مقدمہ پر
پوری توجہ سے غور کی اور کئی دنوں کی کوشش
کے بعد معلوم کرلیا کہ یہ مقدمہ محض دروغ اور
سراسر بہتان ہے۔ تب اسکو خارج کیا اور
مجھے پوری صفائی سے بری فرمایا۔ اس مقدمہ
کے دیکھنے والے ہزارہا آدمی تھے جاہلوں کو
یہ خیال تھا کہ ایک مشنری کا مقدمہ اور انگریز
کے پاس ہے وہ بہرحال اس مشنری کی رعایت
کریگا۔ لیکن جبکہ وہ مقدمہ خارج کیا گیا اُس
دن لوگوں کے منہ سے بے اختیار نکلتا تھا
کہ درحقیقت انگریز ایک ایسی قوم ہے کہ جو انصاف
کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور میں چونکہ خوب
جانتا تھا کہ یہ محض بے اصل اور قابل شرم
بہتان تھا اور میرا صرف خدا پر بھروسا تھا
اسلیے اس مقدمہ کے راست راست فیصلہ
ہونے پر میرا اعتقاد تھا انگریزی سلطنت
کے عدل پسند حکام کی نسبت زیادہ بڑھ گیا
اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ انگریز حکام صرف عدل
پسند ہی نہیں ہیں بلکہ خدا نے انکو عقل ایسی
دی ہے کہ مخفی حقیقت کی تہ تک پہنچ جاتے
ہیں۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ جب ایک حاکم کے
سامنے ایسا آدمی آوے جو اسکی قوم کا بزرگ
اور قابل تعظیم جنٹلمین ہو اور مقابل میں میرے
جیسا ہو دنیا سے الگ جسپر ایک طرف یہ باعث
فرقہ جدیدہ ہونے کے قوم ناراض ہے اور
دوسری طرف ایک فرقہ جدیدہ کا بانی ہونا
اسکو کا بھی نگرانی کے لائق ہے پھر پوری
پوری عدالت سے کام لیا جائے میں نہیں
سمجھ سکتا کہ اسکی نظیر ابھی تک کسی دوسرے
فرقہ میں موجود ہے اور نہ میں اسکا قائل
ہو سکتا ہوں جبتک کہ اسکو دیکھ نہ لوں۔
پس جس قوم میں ایسے عدل پسند حکام ہیں جو
فیصلہ کے وقت خدا سے ڈرتے ہیں اور عدالت
کو ہر ایک تعارف پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اپنی
قوم کے بزرگ کو بھی عدالت میں رعایت
نہیں کرتے انکا سچا وفادار ہونا میں نہیں
سمجھ سکتا کہ اس سے زیادہ کوئی بدبختی اور
شقاوت ہے۔ میں اس نمونہ کو جو کپتان
ڈگلس کی عدالت میں دیکھا ضائع نہیں کیا
بلکہ ایک کتاب اسکے نام پر تالیف کرکے
شائع کردی۔ اور میں جانتا ہوں کہ صدہا
سال تک یہ عادلانہ کارروائی میری جماعت
کو یاد رہے گی۔

امام الزمان کی ڈائری

۱۵ فروری ۱۹۰۳ء

قبل از ظہر

ایک صاحب گوڑگانوہ سے تشریف لائے ہوئے
تھے حضرت سے شرف بیعت حاصل کیا بعد از بیعت
حضرۃ اقدس نے انکو مخاطب کرکے فرمایا کہ ہماری
طرف سے تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ مسنون طور سے
اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو اللہ تعالیٰ نے
قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو مبعوث کرکے یہ امر صاف طور پر بیان کر دیا ہے
کہ انکی پیروی کے سوا کوئی راہ انکی رضا جوئی کی
باقی نہیں ہے۔ جو خدا کے فضل کا جویاں ہو
اسی دروازہ کو کھٹکھٹاوے اُسکے لیے کھولا
جائیگا بجز اس دروازہ کے تمام دروازے بند
ہیں نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم
ہو چکی شریعت قرآن شریف کے بعد ہرگز نہیں
آسکتی۔ انسان کو کشوف اور وحی اور الہام کا
بھی طالب نہ ہونا چاہیے بلکہ یہ سب تقویٰ
کا نتیجہ ہیں۔ جب جڑ ٹھیک ہوگی تو اُسکے
لوازم بھی خود بخود آجاویں گے۔ دیکھو جب
سورج نکلتا ہے تو دھوپ اور گرمی جو اسکا خاصہ
ہیں خود بخود ہی آجاتے ہیں۔ اسی طرح جب
انسان میں تقویٰ آجاتا ہے تو اُسکے لوازم
بھی اسمیں ضرور آجاتے ہیں۔ دیکھو جب
کوئی دوست کسی کے ملنے کیواسطے جاوے
تو اُسکو یہ امید تو نہ رکھنا چاہیے کہ میں اُسکے
پاس جاتا ہوں کہ وہ مجھے پلاؤ زردے اور حلوے
اور قلیے کھلاوے گا اور میری خاطر تواضع کریگا
نہیں بلکہ صادق دوست کی ملاقات کی خواہش
ہوتی ہے بجز اسکے اور کسی کھانے یا مکان یا مقام
کی پرواہ اور خیال ہی نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ
اپنے صادق دوست کے پاس جاتا ہے
پھر دیکھا جاتا ہے کہ کیا وہ اسکی خاطرداری کا
کوئی دقیقہ باقی بھی اُٹھا رکھتا ہے ہرگز نہیں
بلکہ جہانتک اُس سے بن پڑتا ہے وہ بھی ادا

سے بڑھ کر بھی اُنکی تواضع کے واسطے تکلفات
سامان کرتا ہے۔ غرض یہی حال رضا مندی
اور اُس دوست اعلیٰ کی ملاقات کا ہے۔ اپنا تئیں
پاک صاف وغیرہ چیزوں کے سہارے والا ایمان
ایمان کامل نہیں وہ کمزور ایمان ہے جو کسی چیز کا
سہارا ڈھونڈتا ہے۔ انسان کی غرض اور اصل
مدعا صرف رضا الٰہی اور وصول ہو اسے چاہئے کہ
جب وہ اسکی رضا حاصل کرے گا تو خدا تعالیٰ
اسکو کیا کچھ نہ دیگا۔ خود اس امر کی درخواست
کرنا سوء ادب ہے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ خدا کے محبوب بننے کے واسطے
صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی
ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو
خدا سے ملاوے۔ انسان کا مدعا صرف یہ
ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیے
شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے۔
رسوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہ بننا چاہیے
دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان
کامیاب نہیں ہو سکتا ہمارا صرف ایک ہی رسول
ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس رسول
پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم
خدا کو پا سکتے ہیں۔ آجکل فقرا کے نکالے ہوئے
طریقے اور گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں
کی سیفیاں اور دعائیں اور درود و وظائف
یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے
کا آلہ ہیں سو تم ان سے پرہیز کرو ان لوگوں
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیا
ہونے کی مہر کو توڑنا چاہا ہے گویا اپنی الگ
ایک شریعت بنائی ہے۔ تم یاد رکھو کہ
قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ وغیرہ جو
مسنون طریق ہیں انکے سوا خدا کے فضل اور
برکات اور رحمت کے دروازے کھولنے
کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ بھولا ہوا ہے
وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا
ہے۔ ناکام مرے گا وہ جو اللہ اور رسول
کے فرمودہ کا تابعدار نہیں بلکہ اور اور راہوں
سے اُسے تلاش کرتا ہے۔

Imp.

دیکھو گناہ کبیرہ بھی ہیں انکو تو ہر ایک جانتا
ہے اور اپنی طاقت کے موافق نیک انسان
ان سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے مگر تم تمام
گناہوں سے کیا کبائر اور کیا صغائر سب سے
بچو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جس کے استعمال کر
زندہ رہنا محال ہے۔ گناہ ایک آگ ہے
جو روحانی قویٰ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی
ہے پس تم ہر قسم کے کیا صغیرہ کیا کبیرہ سب
اندرونی بیرونی گناہوں سے بچو۔ آنکھ
کے گناہوں سے ناک کے گناہوں سے
کان ناک اور زبان اور شرمگاہ کے گناہوں غرض
بچو غرض ہر عضو کے گناہ کے زہر سے بچتے رہو
اور پرہیز کرتے رہو۔

نماز بھی گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے
نماز کی یہ صفت ہے کہ یہ انسان کو گناہ اور
بدکاری سے ہٹا دیتی ہے سو تم ویسی نماز
کی تلاش کرو اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی
کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے اللہ
تعالیٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعہ سے آتے
ہیں سو اسکو سنوار کر ادا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ
کی نعمت کے وارث ہو۔

یہ بھی یاد رکھو کہ ہمارا طریق نرمی ہے ہماری
جماعت کو چاہیے کہ اپنے مخالفوں کے مقابل
پر نرمی سے کام لیا کریں تمہاری آواز تمہارے
مقابل کی آواز سے بلند نہ ہو اپنی آواز
اور لہجہ کو ایسا بناؤ کہ کسی دل کو تمہاری
آواز سے صدمہ نہ ہووے۔ ہم قتل اور جہاد
کے واسطے نہیں آئے بلکہ ہم تو مقتولوں
اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور انمیں زندگی
کی روح پھونکنے کو آئے ہیں۔ تلوار سے
ہمارا کاروبار نہیں اور نہ یہ ہماری ترقی کا
ذریعہ ہے ہمارا مقصد نرمی سے ہے اور نرمی
سے اپنے مقاصد کی تبلیغ ہے۔ غلام کو وہی
کرنا چاہیے جو اسکا آقا اسکو حکم کرے۔
جب خدا نے ہمیں نرمی کی تعلیم دی ہے تو ہم
کیوں سختی کریں ثواب تو فرمانبرداری میں
ہوتا ہے اور دین تو یہی اطاعت کا نام ہے
نہ یہ کہ اپنے نفس اور ہوا و ہوس کی تابعداری
سے جوش دکھا دیں۔ یاد رکھو جو شخص سختی
کرتا اور غضب میں آ جاتا ہے اسکی زبان سے
معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل
سکتیں وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم
کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی
طیش میں آ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔
گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف
کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کیے جاتے
ہیں۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں
ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے
اسکی عقل موٹی اور فہم کند ہوتا ہے۔ اسکو
کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیے
جاتے۔ غضب نصف جنون ہے اور جب یہ
زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔
ہماری جماعت کو چاہیے کہ کل ناکردنی
افعال سے دور رہا کریں وہ شاخ جو اپنے
تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی
وہ بے پھل رہ جایا کرتی ہے سو دیکھو اگر
تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو نہ سمجھو گے اور
شرائط پر کاربند نہ ہو گے تو ان وعدوں
کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا نے
ہمیں دیے ہیں۔

جسے نصیحت کرنی ہو اُسے زبان سے کرو
ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا
کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور
دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے پس
جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کے موافق
اپنا عملدرآمد رکھو اسی طرز کلام ہی کا نام
خدا نے حکمت رکھا ہے چنانچہ فرماتا ہے
يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ۔ مگر یاد رکھو کہ
جیسے یہ باتیں حرام ہیں ویسے ہی نفاق بھی
حرام ہے۔ احباب کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں تمہارا
ایسا نہ ہو جاوے کہ اسکا رنگ نفاق سے
مشابہ ہو۔ موقع کے موافق ایسی کارروائی
کرو جس سے اصلاح ہوتی ہو تمہاری نرمی
ایسی نہ ہو کہ نفاق ہو جاوے اور تمہارا غضب
ایسا نہ ہو کہ بارود کی طرح جب آگ لگے
تو ختم ہونے میں نہیں آتی۔ بعض لوگ تو
غصہ سے سودائی ہو جاتے ہیں اور اپنے ہی
سر میں پتھر مار لیتے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی گالی
دیتا ہے تو بھی صبر کرو۔ میں سمجھتا ہوں
کہ جب کسی کے پیر و مرشد کو گالیاں دی
جاویں یا اُس کے رسول کے متعلق ہتک
آمیز کلمے کہے جاویں تو کیسا جوش ہوتا ہے
مگر تم صبر کرو اور حلم سے کلام کرو۔ ایسا نہ
ہو کہ تمہارا اسوقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا
کر دے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی
مقدمہ بنے جس سے سبکو تشویش ہو سب
نبیوں کو گالیاں دی گئی ہیں یہ انبیا کا ورثہ ہے
ہم اس سے کیونکر محروم رہ سکتے تھے۔ اپنے
بچاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو۔ تمکو گویا
غضب کے قویٰ ہی نہیں دیے گئے۔ دیکھو اگر
کچھ بھی تاریکی کا حصہ ہے تو نور نہیں آئے
گا نور اور ظلمت جمع نہیں ہو سکتے جب نور
آ جاویگا تو ظلمت نہیں رہیگی۔ تم اپنے
سارے ہی قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ
کی فرمانبرداری میں لگا دو۔ جو جو کچھ بھی قوت
میں ہو اسے اس پان والے کی طرح جو گندے پان
تلاش کر کے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو

نکال پھینکو اور سارے اعضا کی اصلاح کرلو
یہ تم ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔
توبہ کرتے رہو۔ استغفار کرو۔ دعا سے ہر وقت
کام لو۔ ولی کیا ہوتے ہیں یہی صفات تو
اولیا کے ہوتے ہیں۔ انکی آنکھ ہاتھ پاؤں
غرض کوئی عضو ہو منشاء الٰہی کے خلاف حرکت
نہیں کرتے خدا کی عظمت کا بوجھ انپر ایسا ہوتا ہے
کہ وہ خدا کی زیارت کے بغیر ایک جگہ سے
دوسری جگہ نہیں جا سکتے۔ پس تم بھی کوشش
کرو خدا بخیل نہیں۔ ؎

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

پھر نماز ظہر ہوئی اور حضرت تشریف لے گئے۔

دربار شام

ایک شخص نے عرض کی کہ حضور میرے واسطے
دعا کی جاوے کہ میری زبان قرآن شریف اچھی
طرح ادا کرنے لگے قرآن شریف ادا کرنے
کے قابل نہیں اور چلتی نہیں میری زبان کھل
جاوے

فرمایا کہ تم صبر سے قرآن شریف پڑھتے جاؤ
اللہ تعالے تمہاری زبان کو کھول دے گا
قرآن شریف میں یہ ایک برکت ہے کہ اس
سے انسان کا ذہن صاف ہوتا اور زبان
کھل جاتی ہے بلکہ اطبا بھی اس بیماری کا
اکثر یہ علاج بتایا کرتے ہیں۔

۲۷ فروری ۱۹۰۲ء قبل از عصر

مولوی عبد الکریم صاحب نے عرض کی کہ حضور اردو
کتابوں کا تو کبھی بھی پروف نہیں آتا۔
فرمایا۔ اردو کیا چھپتا ہوتا ہے وہ تو صاف
ہوتا ہے ہاں بعض نادان اتنا اکثر اعتراض
کر دیا کرتے ہیں کہ اردو میں پنجابی ملا دیتے
ہیں مگر یہ انکی غلطی ہے۔ ایک شخص نے
میری طرف سے کسی ایسے ہی معترض کو جواب
دیا کہ تم انصاف کرو کہ اگر وہ اردو میں پنجابی
کے الفاظ ملا دیتے ہیں تو غضب کیا ہوا
جبکہ انکی ملکی اور مادری زبان ہے۔ تمکو کیا حق پہنچا
جب تم انگریزی یا عربی اور دوسرے کی
زبان کا کوئی لفظ اردو میں ملاتے ہو تو
تم اعتراض نہیں کرتے مگر جب کوئی پنجابی کا
لفظ ملجاوے تو اعتراض کرتے ہو شرم تو
کرو یہ اگر غضب نہیں تو کیا ہے۔

دربار شام

ایک شخص نے خط لکھا تھا کہ حضور مجھکو [illegible] بھیجا

جاوے میں حاضر خدمت ہونگا

فرمایا من جرب المجرب حلت به الندامة
ہم نے بارہا ایسے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے ان
میں اخلاص اور نیک نیتی نہیں ہوتی تو کیا
ضرورت ہے کہ اسطرح پر روپیہ ضائع کیا جاوے
وہی روپیہ دینی کام میں خرچ ہوگا کیا ایسا
شخص جو معترض ہے وہ ہمارے حافظ معین
الدین سے بھی گیا گذرا ہے یہ بھی ہمیں قریبا
پندرہ برس رہتے دیکھا ہے کبھی مر اور کبھی
دوبارہ ہوا ہے وہ بیچارہ بیکس شخص جب
لنگر اور دیگر اخراجات کے واسطے کچھ دیکھتے
ہیں تو وہ شخص کیوں اپنا بوجھ نہیں سنبھال
سکتا۔ اور شریعت نے تو بوجھ بھی نہیں ڈالا
حج کی توفیق نہ ہو تو حج بھی ساقط ہو جاتا ہے
اسی طرح اس جگہ بھی گھر بیٹھے بٹھائے بیعت
ہو سکتی ہے صرف ایک پیسہ کا کارڈ صرف
ہوتا ہے۔

فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ رات اور دن میں کوئی
ہی کیوں ہے صرف نور اور ظلمت کا فرق ہے
سو وہ روشنی مصنوعی بھی بن سکتا ہے بلکہ رات
میں تو یہ ایک برکت ہو۔ خدا نے بھی اپنے
فیضان عطا کرنے کا وقت رات ہی رکھا
ہے چنانچہ تہجد کا حکم رات کو ہے رات میں
دوسری طرفوں سے فراغت اور کشمکش
سے بیکاری ہوتی ہے۔ اچھی طرح دلجمعی سے
کام ہو سکتا ہے رات کو مردہ کی طرح پڑے
رہنا اور سونے سے کیا حاصل اگر ہو سکے تو
دین کی خدمت کرنی چاہیے اس سے زیادہ
خوش قسمتی اور کیا ہے کہ انسان کا وقت
وجود قوی مال جان خدا کے دین کی خدمت
میں خرچ ہو۔ ہمیں تو صرف مرض کے دورہ
کا اندیشہ ہوتا ہے ورنہ دل یہی کرتا ہے
کہ ساری ساری رات لکھے جاویں۔ ہماری
تو قریبا تمام کتابیں امراض وعوارض میں
ہی لکھی گئی ہیں۔ ازالہ اوہام کے وقت میں
بھی ہمکو خارش تھی قریبا ایک برس تک وہ
مرض رہا تھا۔

اللہ اللہ کیا ہی عمدہ قرآنی تعلیم ہے کہ انسان
کی عمر کو خبیث اور مضر اشیاء کے ضرر سے بچایا
یہ منشی چیزیں شراب وغیرہ انسان کی عمر کو
بہت گھٹا دیتی ہیں اسکی قوت کو برباد کر دیتی
ہیں اور بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہیں
یہ قرآنی تعلیم کا احسان ہے کہ کروڑوں مخلوق
ان گندے امراض سے بچ گئے جو ان نشہ کی
چیزوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

قادیان کے آریہ سماج کے جلسہ پر جو آریہ آئے

قرآن کے گندے دشمنوں اور گالی گلوچ کا کسی نے
حضرت اقدس کی خدمت میں ذکر کیا۔

فرمایا انسانی زبان کی چھری تو رک سکتی ہی
نہیں جب خدا کا خوف کسی دل میں نہیں
انسانی زبان کی بیباکی اس امر کی دلیل ہے کہ اسکا
دل تقوی سے محروم ہے۔ زبان کی تہذیب
کا ذریعہ صرف خوف الٰہی اور سچا تقوی ہے۔
انکی گالیوں پر ہمیں کیا افسوس ہو انہوں نے
نہ خدا کو سمجھا اور نہ حق العباد کو انکو خبر ہی نہیں
کہ زبان کس چیز سے رکتی ہے۔

تمام قوت اور توفیق خدا ہی کو ہے اور اسکی
عنایت اور نصرت سے ہی انسان کچھ لکھ پڑھ
سکتا ہے شاید اس کتاب کے خاتمے کے لکھے جانے
سے اس قوم کی قوت وہمت اور دلائل کا خاتمہ
ہو جاوے۔

میں نے کل سوچا کہ اسمیں کیا حکمت ہے کہ جب کوئی
صادق خدا کی طرف سے آتا ہے تو اسکو لوگ
کتوں کی طرح کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ انکی
جان اس کا مال انکی عزت و آبرو کے درپے
ہو جاتے ہیں۔ مقدمات میں اسکو کھینچتے ہیں
گورنمنٹ کو اس سے بدظن کرتے ہیں غرض ہر طرح
جسطرح ان سے بن پڑتا ہے اور تکلیف دے
سکتے ہیں اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے
ہر پہلو سے اس کے استیصال کرنے پر آمادہ اور
ہر ایک کمان سے اسپر تیر مارنے کو کمربستہ ہوتے ہیں
چاہتے ہیں کہ ذبح کر دیں اور ٹکڑے ٹکڑے
کرکے قیمہ کر دیں۔ ادھر تو یہ جوش اٹھتا ہے
مگر دوسری طرف اس کے پاس ہزار در ہزار
لوگ آتے ہیں شرک و بدعت میں مبتلا ہوتے اور
حق اللہ انسان کو دیا جاتا ہے مگر ان میں
مولویوں کو اس امر کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ہزاروں
کنجر اور لنگوٹی پوش فقیر بنتے اور خلق اللہ کو
گمراہ کرتے ہیں مگر ان لوگوں کو قتل اور کفر کا فتویٰ
کوئی نہیں دیتا۔ انکی ہر حرکت بدعت اور
شرک سے پر ہوتی ہے انکا کوئی کام ایسا نہیں
ہوتا جو سراسر اسلام کے خلاف نہ ہو مگر انپر
کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ ان کے لیے کسی
دل میں جوش نہیں اٹھتا۔ غرض اسمیں میں
سوچتا تھا کہ کیا حکمت ہے تو میری سمجھ میں آیا
کہ اللہ تعالے کو منظور ہوتا ہے کہ صادق کا ایک
معجزہ ظاہر کرے کہ باوجود اس قسم کی مخالفت
کے اور دشمن کے تیر و تبر کے چلانے کے صادق
بچایا جاتا۔ اور اس کی روز افزوں ترقی کی
جاتی ہے۔ خدا کا ہاتھ اسے بچاتا اور اسکو
شاداب و سرسبز کرتا ہے۔ خدا کی غیرت نہیں
چاہتی کہ کاذب کو بھی اس نظیرہ میں شریک